نفس کے ناسور

سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

تصنیفِ لطیف:

© All Copy Rights reserved with
SULTAN-UL-FAQR PUBLICATIONS (Regd.)
Lahore-Pakistan

نام کتاب　**نفس کے ناسور**

تصنیفِ لطیف　سلطان العاشقین
حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس

ناشر　سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

بارِ اوّل　مئی 2015ء

بارِ دوم　مئی 2019ء

تعداد　500

ISBN: 978-969-9795-85-5

سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سُلطان الفقر ہاؤس

4-5/A ۔ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: (0092) 42 35436600, (0092) 322-4722766
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-arifeen.com
www.tehreekdawatefaqr.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نفس

نفس اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب درمیان سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔ یہ حالت ''قلبِ سلیم'' کی منزل یعنی ''نفسِ مطمئنہ'' پر پہنچ کر حاصل ہوتی ہے۔ دیدارِ الٰہی کی اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہوا و ہوس یعنی ''نفس کے ناسور'' یا نفس کی بیماریوں' جن کو عام طور پر ''روحانی امراض یا بیماریاں'' یا ''قلبی یا باطنی امراض یا بیماریاں'' بھی کہا جاتا ہے' سے نجات بہت ضروری ہے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اور اولیا کرام کی تعلیمات کے مطابق ظاہری عبادات سے ان بیماریوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان ان بیماریوں کے جال میں بُری طرح گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح ظاہری بیماریوں کے علاج کے لیے ہم کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور کتابیں پڑھ کر ہم اُن کا علاج نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اِن روحانی یا باطنی یا قلبی یا نفسانی بیماریوں کے علاج کے لیے ہمیں کسی طبیبِ کامل (مرشدِ کامل) کی ضرورت ہوتی ہے اور مرشد بھی وہ جو ''صاحبِ مسمّٰی اسم اَللّٰہُ ذات'' ہو۔ جب طالب ایسے مرشد کی صحبت میں ذکر و تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات اور مشقِ مرقومِ وجودیہ کرتا ہے تو اُس کی یہ تمام بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ باطنی طور پر اِن امراض سے پاک ہو کر مشاہدۂ حق تعالیٰ کے لائق ہو جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ان بیماریوں کا علاج صرف اور صرف ''ذکر اور تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات'' ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے مرشد کامل سے حاصل ہوا ہو جو صاحبِ مسمّٰی اسمِ اَللّٰہُ ذات ہو۔ ایسا مرشد طبیبِ اعظم ہوتا ہے اور ان قلبی نفسی بیماریوں کا ماہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فرماتے ہیں:

❁ مرشد طبیب (ڈاکٹر) کی مثل ہوتا ہے اور طالب مریض کی مثل۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اُسے تلخ و شیریں دوائیں دیتا ہے اور مریض پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ دوائیں کھائے تاکہ صحت یاب ہو سکے۔ (عین الفقر)

ہوا و ہوس

ہوا کے معنی ''خواہشاتِ نفس'' اور ہوس کے معنی ''شہوات'' کے ہیں خواہشاتِ نفس اور شہوات کو ہوا و ہوس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس دنیا میں ہر کوئی خواہشات یا شہوات کا طالب ہے کوئی رزق میں فراخی چاہتا ہے کوئی حسین عورت چاہتا ہے کوئی اولاد چاہتا ہے کوئی مال و دولت اور جائیداد میں اضافہ کا طلب گار ہے کوئی عہدہ، عز و جاہ اور شہرت چاہتا ہے اور اگر کوئی راہِ فقر کا مسافر بھی ہے تو اپنی مرضی کے مطابق اس کی تکمیل چاہتا ہے۔ اگر خواہشات اور شہوات شریعت کی حد سے باہر نکل جائیں اور فقر کی رو سے جب یہ خواہشاتِ نفس اور شہوات یا ان میں سے کوئی بھی ایک خواہش دل کے اندر جمع ہو جائے اور انسان ہر لمحہ اس خواہشِ نفس یا شہوت کے بارے میں ہی سوچتا اور غور و فکر (تفکر) کرتا رہے اور اسی کو پورا کرنے میں مصروفِ عمل ہو جائے تو یہ خواہش اور شہوت اس کا معبود ہے اِن کو عام طور پر ہوا و ہوس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور ان سے نجات حاصل کرنا ''تزکیۂ نفس'' کہلاتا ہے۔

شہواتِ نفس

❁ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معدہ بدن کے لیے ایک حوض کی حیثیت رکھتا ہے،

www.sultan-ul-faqr-publications.com

جس سے رگیں نکل کر سات اطراف کو جاتی ہیں' وہ سات نہروں کی مانند ہیں اور تمام خواہشات کا منبع بھی معدہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر جنت سے نکالا گیا تو اسی شہوت کی وجہ سے۔ اور پیٹ کی شہوت دوسری تمام شہوات اور خواہشات کی جڑ ہے۔ جب پیٹ کی شہوت ختم ہو جاتی ہے یعنی پیٹ بھر جاتا ہے تو عورت کی شہوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی کی طلب ہوتی ہے کہ بہت سی عورتیں ہوں جن سے صحبت کروں معاملہ یہیں پر نہیں رکتا کیونکہ آدمی کھانے اور جماع کی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتا جب تک مال نہ ہو تو اسی سبب سے مال کی حرص پیدا ہوتی ہے اور مال سوائے جاہ و حشمت (عز و جاہ) اور کاروبار کے حاصل نہیں ہوتا اور اس کے لیے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑتا ہے تو یہیں سے غصہ، حسد' تکبر' ریا، بغض، کینہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ معدہ کا انسان پر حاوی ہونا تمام گناہوں کی اصل ہے اور معدہ کو زیر کرنا تمام نیکیوں کی اصل ہے۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارک ہے کہ دنیا کی چھ چیزیں ہیں کھانے کی' پینے کی' پہننے کی' سوار ہونے کی' شادی کرنے کی اور سونگھنے کی۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے اور وہ مکھی کا لعاب ہے۔ پینے کی سب سے عمدہ چیز پانی ہے اور اس میں سب اچھے بُرے شریک ہیں۔ پہننے کی سب سے عمدہ چیز ریشم ہے اور وہ ایک کیڑے کا اپنے لعاب سے بُنا ہوا ہے۔ سب سے بہتر سواری گھوڑے کی ہے اور اسی پر انسان کو قتل کیا جاتا ہے۔ شادی کے لیے عورت عمدہ چیز ہے' مگر محلِ مباشرت کے سوا کچھ نہیں۔ عورت کی سب سے عمدہ چیز (چہرے) کو سنوارا اور سب سے بُری چیز (فرج) کو چاہا جاتا ہے۔ سونگھنے والی چیزوں میں مشک سب سے عمدہ ہوتا ہے اور یہ خون ہوتا ہے۔ بس سمجھ لو دنیا اور اس کی چیزوں کی حقیقت کیا ہے۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

شہوتِ معدہ

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی لذت 'لذتِ دہن یعنی کھانے پینے کی لذت ہے اور اولادِ

آدم کا سب سے مہلک مرض یہی ہے اور یہی مرض ہے جو نکلواتا ہے آدم کو جنت سے۔ اور یہی مرض تمام خواہشات کا منبع ہے اگر اس پر قابو پالیا جائے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس خواہش کے تین درجات ہیں۔ اعتدال' تفریط' افراط۔ اعتدال یہ ہے کہ زندہ رہنے کے لیے کھائے نہ کہ کھانے کے لیے زندہ رہے۔ بھوک رکھ کر کھانا کھائے اور اتنا کھائے کہ ضعف نہ آئے اور زندگی کے کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''بنی آدم نے پیٹ سے بڑا کوئی برتن پُر نہیں کیا اسے چند لقمے کافی تھے جس سے وہ پیٹھ سیدھی رکھ سکے اگر کھانا ہے تو تہائی کھانا' تہائی پینا اور بس۔'' حدیثِ قدسی ہے ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے کہ جس نے دنیا میں کھانا پینا کم کر دیا ہو فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ میں نے اس کو دنیا میں وافر کھانے پینے کو دیا اس نے صبر کیا اور اس کو ترک کر دیا۔ تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑے گا اس کے بدلے جنت میں درجات عطا کروں گا'' تفریط یہ ہے کہ ہر وقت لذیذ اور اعلیٰ قسم کے کھانوں کے بارے میں سوچ اور فکر میں رہے اور اُن ہی کی طلب میں رہے اور کھانے کے وقت اتنا پیٹ بھر کر کھائے کہ کھا کر اٹھنا مشکل ہو جائے اس طرح عبادات اور راہِ حق میں رکاوٹ ہو اور افراط یہ ہے کہ اس کی سوچ بچار (تفکر) اور زندگی کا مقصد یہی کھانا پینا ہو اور ہر لمحے کھانے پینے کے بارے میں سوچ (تفکر) میں مصروف رہتا ہو یا کھانے ہی میں ہر لحہ مگن رہتا ہو اور کھانا ہی اس کی زندگی ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے جو پیٹ بھر کر کھائے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ فکر (تفکر) نصف عبادت ہے اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے' مرتبہ کے لحاظ سے قیامت کے دن وہ انسان افضل ہوگا جو دنیا میں زیادہ بھوکا ہے اور اللہ کے بارے میں تفکر کرے اور قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں مغضوب ترین انسان وہ ہوگا جو زیادہ کھاتا پیتا ہوگا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور فرمان ہے ''قلب کو نہ مٹاؤ اس لیے کہ قلب کھیتی (فصل) کی طرح ہے پانی (کھانا) زیادہ ہونے سے وہ مٹ جاتی ہے۔''

www.sultan-ul-faqr-publications.com

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں اون پہنو (سادہ لباس پہنو) تیار رہو (موت کے لیے) آدھے پیٹ تک کھاؤ۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو موٹا عالم پسند نہیں اس لیے کہ موٹا پن غفلت اور کثرتِ غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق میں اچھا نہیں۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عالم سے جو پیٹ بھر بھر کر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور اس کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو ایک روایت میں ہے کہ پیٹ بھر کر کھانے سے برص پیدا ہوتا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جو سیر شکم یعنی پیٹ بھر کر سویا اس کا دل سخت ہو جائے گا۔

❁ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک روٹی پر قناعت کرے گا وہ تمام شہوات سے قناعت کرے گا۔

❁ حضرت عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ علم وحکمت بھوک میں ہے اور معصیت اور جہالت پیٹ بھر کر کھانے میں ہے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھے اس دنیا کی حقیقت دکھلاؤں۔ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لے گئے جہاں کوڑا پڑا تھا اس میں گندگی، چیتھڑے اور انسان کے سر کی بوسیدہ ہڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! یہ سر بھی تمہارے سروں کی طرح حریص تھے اور ان میں تمہاری طرح بہت سی آرزوئیں تھیں مگر آج یہ خالی ہڈیاں بن چکی ہیں جن پر کھال نہیں رہی اور عنقریب یہ مٹی ہو جائیں گے اور یہ گندگی ان کھانوں کے رنگ ہیں جنہیں انہوں نے کما کما کر کھایا آج لوگ ان سے منہ پھیر کر گزرتے ہیں اور یہ پرانے چیتھڑے جو کبھی ان کے ملبوسات تھے آج ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے اور یہ ان کی سواریوں کی ہڈیاں ہیں جن پر سوار ہو کر وہ شہروں شہروں گھوما کرتے تھے جو دنیا کے انجام پر رونا پسند کرتا ہو اسے رونا چاہیے۔'' حضرت

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں پھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت روئے۔

خواہشات اور شہوات موجب تباہی ہیں۔ شہوتِ جماع شہوتِ غذا سے ہوتی ہے اور پھر اس سے دوسری خواہشات اور شہوات جنم لیتی ہیں۔ کھانے کی شہوت کو حدِ اعتدال پر رکھ کر باقی شہوات کو کم یا اعتدال پر لایا جاسکتا ہے اور ایسا ہوتے ہی باطن کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

شہوتِ جماع

جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہوتِ جماع پیدا ہوتی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

انسان پر شہوتِ جماع دو فائدوں کے لیے مسلط ہوئی۔ 1. اس سے لذت حاصل کر کے قیامت کی لذتوں کو یاد کرے کیونکہ یہ لذت اگر دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی ہوتی جس طرح کہ آگ تمام تکلیفوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ انسانوں کو سعادت اور جنت کی رغبت دلانا اور دوزخ سے ڈرانا بغیر لذت محسوس کیئے اور تکلیف محسوس کیے نہیں ہو سکتا جب دنیا میں مثلاً کوئی لذتِ جماع کو عمدہ پائے گا تو یقین کرلے گا کہ جنت کے لذائذ بھی اسی طرح ہوں گے اگرچہ وہ اس سے اعلیٰ ہوں گے۔ 2. نسل کا باقی رہنا۔ بظاہر یہ دو فائدے ہیں مگر اس میں آفات اتنے بڑے ہیں کہ آدمی اگر اس شہوت کو ضبطِ اعتدال میں نہ رکھے تو دین اور دنیا دونوں کو ضائع کر دے گا۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دورانِ خطبہ فرماتے سنا شراب گناہوں کو کثرت سے جمع کرنے والی اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور فرمان ہے کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں اگر یہ شہوت (جماع) نہ ہوتی تو عورتوں کا مردوں پر قبضہ نہ ہوتا۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

- حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ”عورتیں شیاطین ہیں جو ہمیں گمراہ کرنے

کے لیے پیدا کی گئی ہیں''۔

ان احادیث کی شرح یہ ہے کہ اگر عورت راہِ فقر میں رکاوٹ بنے تو وہ شیطان ہے کیونکہ شیطان کا کہنا بھی یہ ہے کہ اے عورت تو میرا ہتھیار ہے۔ جو عورت راہِ حق پر نہ صرف خود چلے بلکہ راہِ فقر میں مرد کی معاون بنے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کرے وہ مومنہ ہے۔

شہوت جماع کے تین درجے ہیں۔ اعتدال' تفریط اور افراط۔

اعتدال یہ ہے کہ اپنی مالی اور جسمانی حالت کے مطابق اس کو حاصل کرے۔ ابو سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں ''ابتدائے سلوک میں طالب کو نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ جو شخص ابتدائے سلوک میں نکاح کرتا ہے وہ دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے میں نے کسی مرید کو نہیں دیکھا کہ نکاح کے بعد پہلے جیسا حال رہا ہو اور جو چیز اللہ سے دور کرے بیوی ہو یا مال یا اولاد اس کو منحوس سمجھنا چاہیے۔ (یعنی طالب جب تک کامل نہ ہو جائے نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب دل و دماغ پر عورت چھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی جانب کا راستہ رک جاتا ہے۔)'' اعتدال کی حالت یہ ہے کہ شریعت نے چار نکاح کی اجازت دی ہے اور اس کے ساتھ کچھ شرائط بھی رکھی ہیں اب آدمی کو چاہیے کہ اپنی مالی اور جسمانی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے نکاح کرے اگر ایک بیوی کے اخراجات پورے اور حقوق زوجیت ادا کر سکتا ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کرے تفریط یہ ہے کہ خواہشِ جماع یا عورت کی طلب دِل میں اتنی بڑھ جائے اور دِل میں ہر وقت عورت ہی چھائی رہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی مالی استطاعت اور جسمانی صحت کے برعکس زیادہ نکاح کر لے اور نبھا نہ سکے بلکہ ظاہری طور پر مزید پریشانیوں کا شکار ہو جائے اور افراط یہ ہے کہ ہر وقت اس کے دل و دماغ پر عورت اور شہوتِ جماع سوار رہے اور حلال کا راستہ چھوڑ کر حرام (زنا) کا راستہ اختیار کرے۔ زنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب ہے۔

❁ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! لوگو زنا سے بچو کیونکہ زنا کے چھ وبال ہیں تین دنیا میں نازل ہوتے ہیں اور تین آخرت میں نازل ہوں گے دنیا کے تین وبال یہ ہیں:

www.sultan-ul-faqr-publications.com

1. خاندانی شرافت ختم ہو جاتی ہے۔ 2. رزق جاتا رہتا ہے۔ 3. دولت زائل ہو جاتی ہے۔

آخرت کے تین وبال یہ ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب۔ 2. حساب کتاب میں سختی۔3. دائمی عذاب۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں عقل رکھی۔ چوپایوں (جانوروں) کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا فرما کر ان کی ترکیب میں عقل و شہوت دونوں کو داخل کیا۔ جس شخص کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے تو وہ فرشتوں سے بھی اکمل و افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے تو وہ حیوان اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگو زنا سے بچو اس میں نو وبال ہیں۔

1. دین کی کمی 2. رزق کی کمی 3. عزیزوں سے جدا ہونے کا صدمہ 4. غم وغصہ 5. نسیان کا غلبہ 6. اہلِ ایمان کی ناراضگی 7. چہرے کی رونق کا زوال 8. دعا کا قبول نہ ہونا 9. عبادت کا مردود ہونا

اس شہوت کی آفتوں میں سے ایک آفت (عورت و مرد کا) عشق ہے، جسے آج کل عشقِ حقیقی کے برابر قرار دے دیا گیا ہے اور اسے پاکیزہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ خلافِ شریعت ہے اور اسی کے باعث بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں آدمی اگر ابتدا ہی میں احتیاط سے کام نہ لے تو سمجھ لو کام سے گیا اور اس کا منبع نظر ہے یہ بدنظری سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ آنکھ کو بچائے اور نظر کی حفاظت کرے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جسے زہر میں بجھایا گیا ہے۔'' اگر کسی پر اتفاقاً پڑ جائے تو دوسری مرتبہ اس کو بچا سکتا ہے لیکن اگر نظر کو آزاد چھوڑ دیا تو پھر اس کو روکنا دشوار ہوگا اس معاملہ میں نفس کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے کہ اگر وہ کسی غلط راہ کی طرف مڑ جائے تو اس

www.sultan-ul-faqr-publications.com

کی باگ موڑنا آسان کام ہے لیکن جب وہ لگام سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی دم پکڑ کر اس کو روکنا دشوار ہوگا۔ پس نگاہ کو قابو کرنا چاہیے کیونکہ یہ بھی زنا ہی کی ایک قسم ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''آنکھ بھی شرمگاہ کی طرح زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا نظر ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی نظر کو بچائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائے گا۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''دونوں آنکھوں کا زنا (شہوت سے) نگاہ کرنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا (شہوت سے) باتیں سننا ہے اور زبان کا زنا (شہوت کی) باتیں کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا (شہوت سے) کسی کا ہاتھ پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (شہوت سے) قدم اٹھا کر جانا ہے اور قلب کا زنا یہ ہے کہ وہ (شہوت سے) خواہش اور طلب کرتا ہے.....'' (مسلم)

ایک صحابی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس ملاقات کے لیے گئے راستہ میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حسن کو انہوں نے غور سے دیکھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں میں واضح ہیں وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا کہ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی وحی نازل ہوتی ہے فرمایا ''نہیں، مگر نورِ بصیرت اور مومن کی فراست باقی ہے۔''

لواطت بھی زنا کے بدترین زمرے میں آتا ہے' قومِ لوط پر اسی وجہ سے عذاب نازل ہوا تھا۔ جس قدر شہوت غالب ہوگی اسی قدر اس کی مخالفت میں ثواب اور رتبہ زیادہ ہوگا اور کوئی قوت اس شہوت سے بڑھ کر غالب نہیں اور جو کوئی اس شہوت پر قابو پالیتا ہے اور قلب میں اس سے جنگ کرتا ہے تو ایسے انسان کا اللہ پاک کی بارگاہ میں رتبے کا اندازہ نہیں۔

شہوتِ مال وزر

اوپر جو کھانے اور جماع کی شہوات بیان کی گئی ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے مال کی ضرورت

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ہے۔اس طرح ان سے تیسرا فتنہ مال پیدا ہوتا ہے اور پھر مال کی محبت دل میں جاگزیں ہو کر اللہ کی محبت کو نکالنے کا سبب بنتی ہے اور انسان مال کمانے میں دن رات مصروف ہو جاتا ہے۔حرام حلال کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس سے لالچ اور طمع جنم لیتے ہیں۔دنیا کی ہر چیز خصوصاً مال کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کو لالچ اور طمع یا حرص کہا جاتا ہے۔اہل و عیال اور ان کی ضروریات کو رزقِ حلال سے حاصل کرنا لالچ، طمع یا حرص نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مال و دولت حاصل کرنے کی ایک حد مقرر کی ہے لیکن اس کو بالائے طاق رکھ' اللہ کے ذکر اور یاد کو بھلا کر دل میں ہر وقت مال و دولت کو حاصل کرنے کی تراکیب سوچتے رہنا' خواہش' لالچ، طمع اور حرص میں شامل ہوگا۔لالچی شخص کسی بھی مقام پر مطمئن نہیں ہوتا وہ ہر لمحہ دولت پیدا کرنے کے اسباب کے بارے میں سوچتا (تفکر) رہتا ہے۔سورۃ منافقون میں ہے ''اے ایمان والو! تمہارا مال اور اولاد تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کر دے پس جو ایسا کرے گا وہی خسارے میں رہے گا۔''

❁ حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت کے لیے آزمائش کی کوئی چیز ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب تمہارے بعد ایک قوم آنے والی ہے جو دنیا کی خوش رنگ نعمتیں کھائیں گے۔خوش قدم گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔بہترین حسین اور خوبرو عورتوں سے نکاح کریں گے۔بہترین رنگوں والے کپڑے پہنیں گے۔ان کے معمولی پیٹ کبھی نہیں بھریں گے ان کے دل کثرتِ دولت پر بھی قناعت نہیں کریں گے۔صبح و شام دنیا کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کریں گے اسے اپنا رب سمجھیں گے اس کے کاموں میں مگن اور اسی کی پیروی میں گامزن رہیں گے جو شخص ان لوگوں کے زمانہ کو پائے اسے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی وصیت ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے' بیماری میں ان کی عیادت نہ کرے۔ان کے جنازوں میں شامل نہ ہو۔ان کے سرداروں کی

www.sultan-ul-faqr-publications.com

عزت نہ کرے اور جس شخص نے ایسا نہ کیا اس نے اسلام کو مٹانے میں ان سے تعاون کیا۔ (حاکم)

❁ سلطان الفقر (دوم) حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''خدا کی قسم! جو مال وزر کو عزیز رکھے گا حق تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے گا۔''

مال کی کثرت انسان کو جاہ وحشمت (عزّوجاہ) یعنی شہرت کی خواہش میں مبتلا کرتی ہے۔

شہوتِ عزّوجاہ یا ننگ وناموس یا شہرت کی خواہش

مال کی کثرت انسان میں ننگ وناموس، عزّوجاہ یا جاہ وحشمت اور شہرت کی شہوت یا خواہش پیدا کرتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بہت سے لوگ نیک نامی، جاہ وحشمت اور ثنائے خلق (لوگوں سے اپنی تعریف کروانا) کی طلب میں تباہ ہو گئے۔'' ننگ وناموس' جاہ وحشمت اور عزّوجاہ کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے دل اس سے مسخر ہوں' لوگوں پر اس کا تصرف ہو۔

جب دل کسی کا تابع ہو گیا تو مال اور بدن بھی ہو جاتا ہے اور جب تک آدمی کسی کے حق میں نیک اعتقاد نہ ہو اس وقت تک اس کا دل اس کے تابع نہیں ہوتا اور جب تک کسی کے حق میں نیک اعتقاد نہ ہو اس وقت تک اس کی عظمت دل میں پیدا نہیں ہوتی اور یہ اس کمال کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس شخص میں موجود ہو۔ یا علم کی وجہ سے یا عبادت کی وجہ سے یا اچھے اور اعلیٰ اخلاق کی بنا پر یا قوت کے سبب سے یا اور کسی ایسی چیز کے باعث جس کو لوگ اس شخص کا کمال اور بزرگی سمجھتے ہوں۔ پس جب ایسا خیال دل میں جاگزین ہو گیا تو دل اس کا مسخر ہو گیا اور برضا ورغبت اس کا فرمانبردار بن گیا۔ زبان سے اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کی خدمت بجا لاتا ہے اور اپنا مال اس پر قربان کر رہا ہے اور جس طرح غلام اپنے آقا کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس صاحبِ عزّوجاہ کا مطیع' مرید اور غلام رہتا ہے بلکہ غلام سے بڑھ کر غلام۔ غلام کی اطاعت تو جبر سے ہوا کرتی ہے اور اس کی اطاعت بخوشی ہوتی ہے۔ پس

www.sultan-ul-faqr-publications.com

تونگری اور مالداری کے معنی یہ ہیں کہ سیم وزر آدمی کی ملکیت میں ہو اور جاہ کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگوں کے دل اس کے اسیر ہوں۔ پس آدمی تو یہ چاہتا ہے کہ سب کچھ وہی ہو لیکن یہ بات ممکن نہیں۔ وہ چاہتا تو یہ ہے کہ کم از کم سارا جہان اس کا مسخر اور فرمانبردار بن جائے اور اس کے تصرف اور ارادے کے تحت آ جائے لیکن ایسا ہونا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام موجودات دو قسم پر منقسم ہیں' ایک قسم تو ان موجودات کی ہے جو آدمی کے تصرف سے باہر ہیں' جیسے آسمان' ستارے' ملائکہ' شیاطین اور وہ تمام چیزیں جو زمین کے نیچے ہیں۔ دریاؤں کی گہرائی اور پہاڑوں کے اندر ہیں۔ بس وہ چاہتا ہے کہ علم کے زور سے ان سب پر غالب آ جائے اور یہ سب موجودات اس کی قدرت کے تصرف میں نہیں آتے تو اس کے حکم ہی کے تصرف میں آ جائیں' اسی بنا پر وہ چاہتا ہے کہ ملکوت آسمان اور زمین اور بحر و بر کے سب عجائب اس کو معلوم ہو جائیں مثلاً ایک شخص شطرنج کھیلنا نہیں جانتا لیکن چاہتا ہے کہ اس کا ڈھنگ اور اُس کی چالیں معلوم کر لے یہ بھی اسی قسم کے ایک غلبہ کی آرزو ہے۔

موجودات کی دوسری قسم جن میں آدمی تصرف کر سکتا ہے روئے زمین اور اس پر موجود چیزیں ہیں۔ جیسے جمادات' نباتات' حیوانات۔ آدمی چاہتا ہے کہ یہ سب چیزیں اس کی مِلک ہوں یعنی اس کے تصرف میں آئیں تاکہ اس کو ان سب پر کمال قدرت اور غلبہ حاصل ہو اور یہ قدرت انسان کو بغیر مال و جاہ کے میسر نہیں آ سکتی۔ پس جاہ کی آرزو اور محبت کا باعثِ اصلی یہی ہے۔ طلبِ مال اور عزّ و جاہ ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ اور جب یہ خواہش کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو پوری دنیا کو وہ قوم جہنم بنا دیتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ''مال و جاہ کی بدولت دل میں منافقت اس طرح پیدا ہوتی ہے جیسے پانی سے سبزہ اُگ آتا ہے۔'' (طبرانی)

ایک اور ارشادِ مبارک ہے ''جب کسی قوم پر دنیا کی دولت وسیع ہوئی تو اس میں بغض و عداوت کا بیج ڈال دیا گیا۔''

حُبِ مال اور حُبِ جاہ وحشمت (عزوجاہ یا ننگ وناموس) بہت سی خواہشات اور قلبی امراض حسد، غصہ، تکبر، عجب، بخل، بغض وکینہ، ریاکاری، فخر وغرور، غیبت، جھوٹ، لالچ، طمع، بدگمانی، تجسّس اور چغل خوری کو جنم دیتی ہے۔ اندازہ کریں کہ شہوتِ معدہ سے شہوتِ جماع نے جنم لیا شہوتِ جماع سے حُبِ مال وحُبِ ننگ وناموس اور اُن سے اِن تمام شہوات، خواہشات اور نفسی امراض نے جنم لیا۔ یہ خواہشات یا شہوات نہ صرف انسان کو ظاہر و باطن میں برباد کر دیتی ہیں بلکہ معاشرہ میں بھی بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا علاج تو ریاضت ہے لیکن آج کل کے مصروف دور کے لیے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے علاج کے لیے ایک نسخہ تجویز کیا ہے بشرطیکہ وہ نسخہ کسی طبیبِ کامل (مرشد کامل) سے حاصل ہوا ہو۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص چاہے کہ زریں واطلس کا لباس پہنے اور عمدہ خوراک کھانے کے باوجود اس کا نفس مطیع و فرمانبردار رہے، خواہشاتِ دنیا و نفس سے مامون رہے، معصیتِ شیطانی سے محفوظ رہے اور اس کے وجود سے خناس، خرطوم ووسوسہ وہمات وخطرات، خاک وخاکستر ہو کر نیست ونابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ مشقِ تصور سے اپنے دل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش کرے۔ اس طرح اس کا دل غنی ہو جائے گا اور بے شک وہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حضوری پائے گا۔'' (کلید التوحید کلاں)

خواہشاتِ نفس یا نفس کے ناسور

تکبر

کبر اور عظمت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور کبریائی اسی کے لیے زیبا ہے۔ حدیثِ قدسی ہے ''کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہمد ہے ان دونوں کے بارے میں جو

کوئی مجھ سے نزاع کرے گا تو میں اسے توڑ دوں گا۔'' تکبر اور اپنے آپ کو بڑا جاننا ایک نہایت ہی مذموم خصلت ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں سب سے بڑا ہے اس کی ذات ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ اس لیے اس کے برابر نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لیے کبریائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے کیونکہ اس کی بارگاہ میں اس کی مرضی اور رضا کے بغیر کسی کا کوئی درجہ اور حیثیت نہیں، پروردگار ہر لحاظ سے کبیر ہے تو پھر انسان کا تکبر کرنا بے معنی ہے۔

شرعی لحاظ سے دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو برتر اور اعلیٰ تصور کرنا تکبر ہے حالانکہ مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب یکساں اور مساوی ہیں۔ یہ شیطانی صفت ہے کیونکہ شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا اسی بنا پر وہ لعین اور مردود ہوا لہٰذا متکبر شخص اسی طرح دین اور دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور لوگوں کی طرف سے لعنت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

راہِ فقر میں طالبِ مولیٰ کے لیے اپنے آپ کو تکبر سے بچانا لازم ہے کیونکہ تکبر ختم ہوگا تو عاجزی و انکساری پیدا ہوگی اور یہ فقر کی بنیاد ہے۔ عاجزی راہِ فقر میں آنے والی مشکلات و خطرات میں قلعہ بندی کا کام دیتی ہے۔ طالبِ مولیٰ پر فرض ہے کہ وہ اپنے اندر سے تکبر و انانیت کے تمام قلعوں کا خاتمہ کر کے عاجز بنے۔

اللہ تعالیٰ نے تکبر کی بہت مذمت فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید میں بے شمار آیات تکبر کے بارے میں ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ابلیس کا تکبر

- اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا' مگر ابلیس نے نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (البقرہ 34)

www.sultan-ul-faqr-publications.com

سورہ اعراف میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے ''بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا کیونکہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا تھا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ یہاں سے نکل جا کیونکہ تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر تکبر کرے کیونکہ اب تو ذلیلوں میں سے ہو گیا ہے تو اس پر ابلیس نے کہا کہ اے اللہ! مجھے قیامت تک مہلت دے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جا تجھے مہلت ہے۔ تو پھر شیطان نے کہا تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے لہٰذا میں راہ میں بیٹھوں گا تا کہ جن کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے انہیں بھی سیدھی راہ سے ہٹا دوں لہٰذا میں انسانوں کو راہِ حق سے ہٹانے کے لیے ان کے آگے' ان کے پیچھے' ان کے دائیں' ان کے بائیں سے آؤں گا (ہر انسان کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے میں اس کو اسی کمزوری سے پکڑوں گا) اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ناشکرا بنا دوں گا تو اس پر اللہ نے کہا یہاں سے نکل جا کیونکہ تو اندھا ہو گیا ہے لہٰذا میں ان لوگوں کو جو تیرے کہنے پر چلیں گے جہنم میں پھینک دوں گا۔''

ایک اور مقام پر شیطان کے تکبر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

- ''تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کی بنا پر کافروں میں سے ہو گیا۔ تو اس سے پوچھا گیا کہ اے ابلیس تجھے سجدہ کرنے سے کس بات نے منع کیا تھا کہ اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا مگر تجھ میں تکبر آ گیا کیونکہ تو تکبر کرنے والوں میں سے ہی تھا۔'' (سورۃ ص 73 تا 75)

اور یوں ابلیس کو تکبر نے تمام عبادات (تقریباً پچاس ہزار سالہ) سے محروم کر دیا اور فرشتوں کے معلم کے عہدہ سے معزول کر کے راندہ درگاہ بنا دیا۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فرعون کا تکبر

فرعون کو بھی تکبر ہی نے برباد کیا تھا۔فرمانِ الٰہی ہے:

❁ ’’پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے امرا کے پاس نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا کیونکہ وہ مجرم قوم تھے۔‘‘ (یونس 75)

فرعون اور اس کی قوم کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو اس نے تکبر کی بنا پر دعوت کو قبول نہ کیا آخر اس کے تکبر نے اس کو سمندر میں غرق کر دیا۔

قومِ عاد کا تکبر

قومِ عاد نے بھی تکبر کیا جس کی بنا پر وہ عذاب میں گرفتار ہوئے ان کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے:

❁ ’’قومِ عاد نے زمین میں ناجائز تکبر کیا اور کہا کہ ہم سے زیادہ کس کا زور ہے (یعنی ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے) کیا انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ اللہ نے انہیں بنایا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ پس ہم نے ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی آندھی چلائی تاکہ وہ دنیا کی زندگی میں ذلیل کرنے والے عذاب کا مزا چکھ لیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ذلت آمیز ہے اور اُن کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔‘‘ (حم السجدہ 15-16)

عبادت پر تکبر

❁ ’’اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں قبول کروں گا اور لوگوں میں سے وہ جو عبادت کی بنا پر تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔‘‘ (مومن۔60)

عارفین اور فقرا کے نزدیک عبادت پر فخر کرنا' مغرور ہونا یا تکبر کرنا بہت بڑی بے وقوفی

www.sultan-ul-faqr-publications.com

اور بھول ہے کیونکہ عبادت تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے خواہ وہ قبول کرے یا رد کر دے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں یوں بیان فرمایا ہے ''جو کوئی اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں اپنی طرف جمع کرے گا'' اللہ کے فرشتے عبادت پر تکبر نہیں کرتے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

''جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت پر متکبّر نہیں ہوتے اور نہ ہی اکتاتے ہیں''

(انبیاء۔19)

شیخ مطرف رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ''اگر میں ساری رات سوتا رہوں اور صبح کو ہراساں و پریشان اٹھوں تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ساری رات نماز پڑھوں اور صبح کو اس عبادت پر غرور کروں'' شیخ بشیر ابن منصور رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل نماز پڑھی انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی اس طویل نماز سے بہت تعجب میں ہے جب آپؒ نماز سے فارغ ہوئے انہوں نے اس شخص سے کہا ''میری اس لمبی نماز پر تعجب نہ کر۔ ابلیس نے برسوں عبادت کی تجھے معلوم ہے اس کا کیا انجام ہوا۔''

حسب ونسب پر تکبر

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم (جلد سوم) میں تحریر کرتے ہیں ''ایک تکبر اعلیٰ حسب ونسب والے کا اپنے سے کم نسب والے کو حقیر اور کم تر تصور کرنا ہے خواہ وہ علم و عمل اور تقویٰ میں اس سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ نسب کا تکبر بعض لوگ اتنا زیادہ کرتے ہیں کہ جیسے دوسرے لوگ ان کے غلام ہیں ان سے میل جول رکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ موقع بے موقع نسب کا یہ تفاخر ان کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے بارے میں ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ان کی کیا اصل ہے؟ میں فلاں فلاں کا صاحبزادہ اور فلاں فلاں کا پوتا ہوں۔ تیرے جیسے کی کیا مجال کہ میرے سامنے بات بھی کر سکے یا میری طرف

www.sultan-ul-faqr-publications.com

نگاہ بلند کر کے دیکھ سکے۔ نفس کے اندر نسب ایک ایسی چھپی ہوئی رگ (بیماری) ہے کہ اس سے اعلیٰ نسب والے خالی نہیں ہوتے خواہ وہ نیک بخت اور عقلمند ہی کیوں نہ ہوں۔ حالتِ اعتدال میں تو اسے ظاہر نہیں کرتے مگر غصہ اور غضب کے غلبے کے وقت ان کا نورِ عقل تاریک ہو جاتا ہے اور ان سے بھی یہ بات ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔'' اس حدیث شریف میں بھی اس عمل کی مذمت کی گئی ہے۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ دادا کے نام پر تکبر (فخر) کرنا چھوڑ دیں ورنہ خدا ان کو نجاست کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل کر دے گا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اس کے علاوہ اور بھی تکبر کی مختلف اقسام ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا رہا مثلاً علم پر تکبر، رتبہ اور مرتبہ پر تکبر، حکومت پر تکبر، مال و دولت اور اولاد پر تکبر، اقتدار پر تکبر، حسن و صحت پر تکبر۔

تکبر کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہ کرنا

دینِ حق اور صراطِ مستقیم کو بعض لوگ، گروہ، فرقے، مسالک اور قومیں صرف دنیا کی کثرت، نفسانی خواہشات، انا اور تکبر کی بنا پر قبول نہیں کرتے اور دعوت دینے والوں کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- ''اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا ان لوگوں کو ہماری آیات سنائی نہیں جاتی تھیں اس کے باوجود انہوں نے تکبر کیا اور تم مجرم قوم ہو۔'' (جاثیہ۔31)
- ''پھر جب کوئی رسول تمہارے پاس حق لایا جسے تمہارے نفس پسند نہ کرتے تھے تو تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ نے انبیا کو جھٹلایا اور ایک گروہ قتل کر دیتا تھا۔'' (البقرہ۔87)
- تمہارا معبود (اللہ) واحد ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ہیں اور وہ تکبر میں مبتلا ہیں۔ (نحل 22)

- ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے پورا اجر ہے بلکہ اللہ کے فضل سے کچھ زیادہ ہی ملے گا مگر جنہوں نے انکار کیا اور تکبر کیا ان کے لیے عذابِ الیم ہے۔''
(نساء 173)

احادیث مبارکہ میں بھی تکبر کی بہت مذمت کی گئی ہے:

- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی برابر اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے متکبرین میں لکھ لیا جاتا ہے اور پھر ان کے انجام تک پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی)

- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ (ابن ماجہ)

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔
(بخاری)

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا خدائے تعالیٰ اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ (بیہقی)

- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائے گا۔ (مسلم۔ ابوداؤد)

- حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شہوت سے کیا گیا گناہ معاف ہوسکتا ہے مگر تکبر کی وجہ سے کیئے گئے گناہ کی معافی

www.sultan-ul-faqr-publications.com

نہیں ہے آدم علیہ السلام کا گناہ شہوت کی وجہ سے اور ابلیس کا گناہ تکبر کی وجہ سے تھا۔‘‘(اسرارِ قادری)

❁ جان لے کہ شیطان کو سجدہِ آدمؑ سے لَا اَسْجُدُ لِغَیْرِ اللّٰہِ (اللہ کے سوا اور کسی کو سجدہ جائز نہیں) کے علم نے باز رکھا۔ یہی علم اُس کے لیے حجاب بنا اور وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو بیٹھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَرِ ’’علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔‘‘ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے مراد وہ علم ہے جس سے وجود میں کبر پیدا ہوتا ہے کیونکہ کبر کے تین حروف ہیں ک ب ر۔ حرف ’’ک‘‘ سے کرامت چلی جاتی ہے۔ حرف ’’ب‘‘ سے برکت چلی جاتی ہے اور حرف ’’ر‘‘ سے رحمت چلی جاتی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

❁ متکبر آدمی شیطان کا مونس و مصاحب ہے چنانچہ شیطان دنیا بھر میں علم کا بہت بڑا عالم فاضل مشہور ہے۔ یاد رکھ کہ علم کے بہت بڑے درجے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدے وعید، آیاتِ قصص الانبیا، حقیقتِ معرفتِ حق کی حصول یابی کے لیے ذکرِ اسم اَللّٰہُ ذات اور ترکِ دنیا و اہلِ دنیا کے درجات ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ’’اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنٌ وَمَافِیْھَا مَلْعُوْنٌ‘‘ (ترجمہ: دنیا ملعون ہے اور اِس میں ذکر اللہ کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب ملعون ہے) پس معلوم ہوا کہ دنیا پر یقین کرنا اور اُس سے یاری لگانا باعثِ ذلت و رسوائی ہے کہ یقینِ دنیا سے دِل میں حرص پیدا ہوتا ہے اور حرص بارگاہِ مولیٰ میں مطلق معصیتِ شیطانی و شرمندگیٔ نفس ہے۔ عقبیٰ پر یقین عقبیٰ کی یاری بخشتا ہے کہ یقینِ عقبیٰ سے طاعت و تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور اطاعت و تقویٰ سے خوشنودیٔ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔ معرفتِ مولیٰ پر یقین اور اُس کی یاری سے ذوق شوق اشتیاق اور محبتِ مولیٰ پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی عالم دنیا کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو اُس سے فائدہِ دین جاتا رہتا ہے کہ دنیا ایک مہلک زہر ہے، اِسے تھوڑا سا پیا جائے یا زیادہ اس سے دین مرجاتا ہے یا یہ کہ دنیا متاعِ شیطان ہے، ہر وہ دِل جو متاعِ

www.sultan-ul-faqr-publications.com

شیطان سے متفق ہو جاتا ہے یا اُس کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے وہ مطلق شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ اُسے علم سے کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچتا کہ اُس پر لذاتِ ہوائے نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(محک الفقر کلاں)

تکبر ایسی روحانی بیماری ہے کہ اگر یہ رائی کے دانہ کے برابر بھی قلب میں جاگزین ہو جائے تو کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے تکبر سے محفوظ رکھے۔ لیکن اس سے ملتی جلتی ایک اور قلبی بیماری فخر اور غرور ہے۔

فخر اور غرور

اسلام میں فخر اور غرور سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اسلام میں تمام انسان برابر ہیں کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اپنے حسب و نسب، اپنی قوم، اپنے قبیلہ، اپنی جماعت، یا علم اور مال کی وجہ سے خود پر فخر کرنا درست نہیں اور اسے اللہ تعالیٰ نے سخت ناپسند کیا ہے۔ عموماً معاشرہ میں لوگ اپنے حسب و نسب کی وجہ سے فخر اور غرور کرتے ہیں۔ یہ چیز معاشرے میں اونچ نیچ پیدا کرتی ہے جس کی بنا پر لڑائی جھگڑا جنم لیتا ہے۔

اہلِ فقر تو لوگوں میں اپنی ذات کو ظاہر کرنے کو بُرا سمجھتے ہیں چہ جائیکہ اس پر فخر اور غرور کیا جائے کیونکہ فخر سے تکبر و گھمنڈ کے راستے کھلتے ہیں۔ اس لیے اہلِ فقر کے لیے اپنے نسب یا کسی بھی چیز پر فخر کرنا بے معنی ہے انہوں نے فقر کو ہی قرابت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ طالب میں فخر کی بجائے جتنی عاجزی ہوگی اتنی جلدی فقر کی منازل آسان ہوں گی۔

فخر صرف ایک صورت میں جائز ہے وہ یہ ہے کہ دشمنانِ دینِ حق پر اپنی برتری، شان و شوکت اور طاقت کا اظہار کرنا درست ہے کیونکہ اس طرح کا فخر صحابہ کرام اور بزرگانِ سلف سے منقول ہے۔ لیکن اگر فخر نفسانیت کے تحت ہو تو تکبر کے قریب ہے اور مذموم ہے۔ عرفِ عام میں لوگ

www.sultan-ul-faqr-publications.com

اسی مفہوم میں فخر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں اس فخر و غرور کو اللہ تعالیٰ نے بالکل پسند نہیں کیا۔

قرآنِ مجید

- ''اللہ تعالیٰ کسی مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔'' (الحدید۔23)
- ''بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔'' (النساء 36)
- ''اگر ہم انسان کو دی ہوئی نعمت واپس لے لیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد اسے آسانی عطا کر دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھ سے سب سختیاں دور ہو گئیں۔ بیشک وہ خوشی میں فخر کرنے والا ہے۔'' (ھود 9-10)

احادیث مبارکہ

- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دو چار باتیں میری امت میں زمانہ جاہلیت کی ہیں:

1. حسب و نسب میں فخر کرنا۔ 2. دوسروں کے نسب میں طعن کرنا۔ 3. بارش کو تاروں کی طرف منسوب کرنا۔ 4. میت پر نوحہ کرنا۔ (احمد)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

- عُجب (خود پسندی) وغرور سے کی گئی عبادت بُری ہے اس سے بے عذر گناہ بہتر ہے۔ (عین الفقر باب چہارم)
- تکبر اور فخر و غرور ورثۂ شیطان، فرعون اور قارون ہے۔ عاجزی ورثۂ انبیا و اولیا ہے۔ (عین الفقر)
- سن! ابلیس نے کہا ''میں نے اطاعت کی''
  ندا آئی! ''میں نے لعنت کی''
  آدم علیہ السلام نے کہا! ''میں نے خطا کی''
  ندا آئی! ''میں نے بخش دی'' (عین الفقر)

www.sultan-ul-faqr-publications.com

یاد رکھیں کہ فخر و غرور سے ظلم جنم لیتا ہے اور اکڑ (تکبر) پیدا ہوتی ہے انسان دوسروں پر طرح طرح کی زیادتیاں اور ظلم کرنے لگتا ہے اور آخر کار راندہ درگاہ ہو جاتا ہے۔

حسد

حسد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا کرے تو دوسرا اس نعمت کا بُرا منائے اور اس نعمت کا زوال چاہے۔

یہ وجود میں آنے والی پہلی بیماری ہے جو سب سے پہلے آسمان پر ہوئی اور شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا کہ اُن کو ''خلافتِ الٰہیہ'' کیوں ملی؟ اسی وجہ سے سرکش ہوا اور نافرمان ہو کر سجدہ نہ کیا اور کہاں سے کہاں جا پہنچا اور پہلا حاسد کہلایا اور زمین پر بھی پہلا قتل یا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اس کی وجہ حسد ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جس پر چاہتا ہے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش کر دیتا ہے۔ اس کا رزق بے حساب کر دیتا ہے۔ فرماں بردار اولاد سے نوازتا ہے' بے مثال حسن عطا کر دیتا ہے' علمِ حق اس پر کھول دیتا ہے اور سب سے بڑا انعام اپنا قرب عطا کرتا ہے اور دیدارِ الٰہی کی نعمت اس پر کھول دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور اسے دل سے تسلیم کرنا ایمان ہے۔ لیکن دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ اسے یہ نعمت کیوں حاصل ہے؟ مجھے کیوں نہیں ملی؟ اگر مجھے نہیں ملی تو اس کے پاس بھی نہیں رہنی چاہیے۔ دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر جلنا حسد کہلاتا ہے اور یہ رضائے الٰہی کے خلاف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عطا کرے اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ اسے نہ ملے کہاں کی دانش مندی ہے؟ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کے خلاف خود کو کھڑا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کیوں عطا کر رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی ہے۔ حسد اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں کیونکہ یہ دوسری قلبی بیماریوں کا موجب بنتا ہے۔ اس لیے اسے اسلام میں گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ راہِ فقر میں حسد ایک ایسی رکاوٹ ہے جو راہِ

www.sultan-ul-faqr-publications.com

فقر کے سفر میں نہ صرف رکاوٹ پیدا کرتی ہے بلکہ راہِ فقر کے سفر کو بعض اوقات ختم ہی کر دیتی ہے۔ راہِ فقر میں یہ بیماری اُس وقت بھی پیدا ہوتی ہے جب کوئی طالب دوسرے طالب سے سفر میں آگے نکل جائے یا مرشد کسی طالب کی طرف سے توجہ ہٹا کر نگاہِ محبت دوسرے طالب کی طرف کر لے تو پہلے طالب کے دل میں اگر حسد پیدا ہو جائے تو وہ شیطان اور نفس کی گرفت میں آ کر خود ابلیس بن جاتا ہے۔ ایسے میں مرشد بھی اس کے سر پر سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور وہ طالب جب تک مرشد چاہے شیطان کے پنجے میں گرفتار رہتا ہے۔ جو شخص راہِ فقر کا طالب بھی بنے اور ساتھ حسد بھی کرے یہ بہت خطرناک ہے کیونکہ طالب تو رضائے الٰہی کا پابند ہوتا ہے اور رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے کا حسد سے کیا کام۔

حسد ایسا خطرناک مرض ہے کہ اس میں بڑے بڑے جید علما بھی گرفتار ہو جاتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ علما کی قدر دانی اور عزت پر حسد کے شکار ہو جاتے ہیں۔

فقرا اور اولیا کرام کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کسی سے حسد نہیں کرتے بلکہ وہ ہر انسان کے خیر خواہ ہوتے ہیں یہی صفت ان کو لوگوں میں ممتاز کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو عزت اور مرتبہ عطا کرتا ہے۔

❁ حسد کی بجائے رشک کرنا بُری بات نہیں ہے کیونکہ وہ دنیا کے مال و دولت اور عزّ وجاہِ دنیا پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (محک الفقر)

اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رکھی ہے اسے دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اللہ یہ مجھے بھی عطا فرما تو یہ رشک کہلائے گا یہ کوئی بُرائی نہیں ہے' لیکن رشک اس وقت حسد میں تبدیل ہو جائے گا اگر وہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت چھین لے اور صرف مجھے عطا کر دے مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس حسن ہے تو یہ خواہش کرنا کہ اس سے حسن چھن جائے اور مجھے مل جائے' اگر عزت ہے تو یہ خواہش کرنا کہ یہ ذلیل ہو جائے اور اس طرح کی عزت مجھے مل جائے اگر کسی کے پاس کوئی عہدہ ہے تو یہ خواہش رکھنا کہ یہ عہدہ مجھے مل

www.sultan-ul-faqr-publications.com

جائے اور اس سے چھن جائے اگر راہِ فقر میں کوئی طالب مرشد کے بہت قریب ہے اور مرشد اس سے محبت کرتا ہے تو یہ آرزو کرنا کہ مرشد مجھے قریب کر لے اور اُسے اپنے سے دور کر دے تو یہ تمام امور رشک کی بجائے حسد کے زمرے میں آتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں حسد کے بارے میں بہت وعید آئی ہے:

❁ بہت سے اہلِ کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر انکار کی طرف پھیر دیں یہ صرف حسد کی بنا پر ہے حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم معاف کر دو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ (البقرہ۔109)

❁ کیا وہ اس چیز سے حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کر رکھی ہے ہم نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑا ملک دیا۔ (النساء۔54)

پہلے دو گناہ، ایک آسمان پر ایک زمین پر حسد کی وجہ سے ہوئے قرآنِ کریم میں اُن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے حالات پڑھ کر سناؤ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک کی (اللہ کی بارگاہ میں) قبول ہوئی اور ایک کی نہ ہوئی تو قابیل کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ تقویٰ ہی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ (المائدہ۔27)

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن کا نام ہابیل اور قابیل تھا ان کی دو بہنیں تھیں۔ قابیل کی بہن بہت خوبصورت تھی اس نے چاہا کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے منع کر دیا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی جائے جس کی قبول ہو وہ اس سے نکاح کر لے ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی تو قابیل کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد کی آگ بھڑک اٹھی جس کا انجام ہابیل کا قتل ہوا یعنی انسانی قتل کی ابتدا بھی حسد کی وجہ سے ہوئی۔

قصہ آدم و ابلیس میں بھی حسد ہی کی وجہ سے شیطان حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن بنا

www.sultan-ul-faqr-publications.com

جسے قرآنِ مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اور جب ہم نے آدم کو سجدہ کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ کہنے لگا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ یہ وہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو بہکاتا رہوں گا۔ (بنی اسرائیل 61-62)

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت عطا فرمائی تو اس سے ابلیس حسد کا شکار ہو گیا کہ جو فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کو ملی ہے وہ مجھے ملنی چاہیے تھی کیونکہ آدمؑ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ آگ چونکہ مٹی سے افضل ہے اس لیے افضلیت میرا حق تھا اسی حسد کی وجہ سے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور لعین اور مردود ٹھہرا۔ ذرا غور کریں کہ یہ حسد اب تک جاری ہے کہ ابلیس نے مہلت مانگی کہ وہ قیامت تک آدم علیہ السلام کی اولاد سے دشمنی کرے گا اور اسے بہکاتا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ”حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔“ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! تم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ”حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نماز مومن کا نور ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔“ (ابنِ ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ تنگ دستی کفر

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آ جائے۔ (بیہقی)

اس حدیث کی شرح اس طرح ہے کہ ایک زمانہ میں لوگ تنگ دستی اور غریبی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑنے لگیں گے یا مسلمانوں میں لوگ حق کی طرف مائل نہیں ہوں گے اور اہلِ تقویٰ کی بجائے اہلِ دنیا کی عزت و تکریم کریں گے اور حسد تقدیر پر اس طرح غالب آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رہا ہے تو یہ اس کی تقدیر ہے جو اٹل ہے لیکن حاسد یہ بات نہیں سمجھتا اور چاہتا ہے کہ وہ اپنے حسد کی وجہ سے اس سے یہ نعمت چھین لے۔ اس کی وجہ سے وہ بہت سے کفریہ کام بھی کرتا ہے جیسے آج کل جادو ٹونہ کی وبا پھیل گئی ہے یہ حسد ہی کی وجہ سے ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حسد کی سخت مذمت فرمائی ہے:-

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر اپنی کوئی نعمت پوری کرنا چاہے کر کے رہتا ہے حاسد خواہ کتنا ہی حسد کیوں نہ کریں۔
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ حاسد کو تمہاری خوشی سے افسوس ہوتا ہے یہی اس کے لیے کافی ہے یعنی تمہیں بدلہ لینے کی ضرورت نہیں وہ خود ہی اپنی آگ میں جلے گا۔
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ حق سے زیادہ کسی کی تعریف چاپلوسی اور خوشامد ہے اور استحقاق سے کم عاجزی یا حسد۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول ہے ''جسم کی صحت کا انحصار حسد کی کمی پر ہے۔''
- حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یاد رکھ کہ جن لوگوں کے دِل میں حسد نہیں وہ مطلق اہلِ بہشت ہیں اور جن کے دِل میں حسد ہے وہ اہلِ دوزخ سے بدتر اہلِ زرتشت (آگ کی پرستش کرنے والے) ہیں۔'' (محک الفقر کلاں)

حاسد اپنا ہی دشمن

الغرض حاسد اپنے حسد کی وجہ سے خود ہی نقصان میں رہتا ہے۔ حاسد اگر اس حقیقت کو پہچان

www.sultan-ul-faqr-publications.com

لے کہ دنیا و آخرت میں حسد اسی کے لیے نقصان دہ ہے اور جس سے وہ حسد کر رہا ہے اسے تو اس کے حسد سے نفع ہی نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہے تو وہ یقیناً حسد کرنا چھوڑ دے۔ حاسد کے لیے دنیاوی نقصان یہ ہے کہ وہ حسد کی وجہ سے ہمیشہ رنج و غم' اندوہ و صدمہ' عذاب و اضطراب اور بے چینی اور بے قراری میں مبتلا رہے گا اور ایک لمحہ کے لیے اس عذاب سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر لحظہ ہر لمحہ کسی نہ کسی کو نعمت عطا ہوتی رہتی ہے۔ جن سے وہ حسد کر رہا ہے اگر اُن کو رنج و غم میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے اس میں خود کو گرفتار پائے گا اور غمِ حسد ایسا غم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہو سکتا اور غضب یہ کہ اپنے آپ کو اپنے دشمن (جس سے حسد کیا جا رہا ہے) کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رکھا جائے جبکہ حسد کی وجہ سے اس کا کچھ بگڑ بھی نہ رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اس کے لیے مقدر کر دی ہے وہ تو خاص مدت کے لیے ہے جس سے قبل اس نعمت کی تبدیلی یا اس میں کمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس نعمت کا وجود تو تقدیرِ الٰہی کا مرہونِ منت ہے پھر تیرا حسد اس نعمت کو ختم یا کم کیسے کر سکتا ہے۔ غور کر اور اس بیماری کا علاج تلاش کر۔

عُجب

(خود پسندی)

عُجب (خود پسندی) نفس کی ایک ایسی بیماری ہے جو سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمال اور خوبی پیدا کر رکھی ہے۔ کوئی علم میں، کوئی حسن میں، کوئی زہد و تقویٰ میں بڑا صاحبِ عظمت ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی اپنی خوبی اور کمال کو خود اس حد تک پسند کرے کہ اس کے مقابلے میں اسے دوسرے کی خوبی نظر نہ آئے تو وہ بیماری عُجب کہلاتی ہے۔ عُجب کا مطلب اپنے آپ پر اتنا فریفتہ ہونا ہے کہ اسے اپنے سوا ہر چیز حقیر اور پست نظر آئے اور اپنے آپ کو ہی سب سے اعلیٰ تصور کرے۔ عُجب سے نفس میں خود نمائی کا جذبہ بڑھتا ہے جو بعد میں تکبر بن جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمی بدکار کس وقت

ہوتا ہے۔ فرمایا ''جب اپنے آپ کو نیکو کار تصور کرے۔'' ایسا تصور کرنا خود پسندی میں داخل ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہلاکت و بربادی دو اشیا میں ہے۔ ایک خود پسندی دوسری ناامیدی۔ ناامید انسان طلب (اللہ تعالیٰ کی طلب) میں سستی کرتا ہے اور خود پسند خود کو طلب سے بے نیاز سمجھتا ہے۔''

عُجب (خود پسندی) صفتِ ذمیمہ میں سے ہے اس کا جنم انسانی دل میں ہوتا ہے اور شیطان اسے پیدا کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔ اس لیے قلب کو خود پسندی سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ عُجب میں غرور شامل ہوتا ہے' اس لیے راہِ فقر میں توفیقِ الٰہی ختم ہو جاتی ہے۔ پس یونہی انسان سے توفیقِ الٰہی کا ہاتھ اٹھتا ہے وہ بربادی میں مبتلا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جو آخر کار انسان کے ذلیل و خوار انجام کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

عُجب (خود پسندی) سے بچنے کی قرآن پاک میں بار بار ترغیب آئی ہے غزوہ حنین کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں میں عُجب پیدا ہوا کہ آج کافروں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی کہاں تاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی خود پسندی اچھی نہ لگی اور دورانِ جنگ شکست کے آثار پیدا ہو گئے۔ مگر فوراً ہی مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اُن میں عاجزی آ گئی تو شکست فتح میں بدل گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تم میں عُجب پیدا کر دیا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کے پھر گئے۔ (توبہ 25)

غزوہ بدر کے موقع پر قریشِ مکہ بڑے عُجب کے ساتھ مکہ سے نکلے لیکن بدر کے میدان میں عبرتناک شکست کھائی ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عمل سے بچنے کی ترغیب فرما رہا ہے۔

❁ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور دکھاتے ہوئے

نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اللہ ہر کام کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (انفال 47)

❁ زواجر میں ویلمی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خود پسندی (خود بینی۔ خودنمائی) ایسی بُری بلا ہے کہ اس سے ستر برس کے بہترین عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ (دیلمی)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر تم گناہ نہ کرو تو بھی مجھ کو ایک گناہ کا خطرہ یقینی ہے کہ اس میں مبتلا ہو جاؤ گے اور وہ ہے عُجب (خود پسندی، خود بینی)۔'' (بزاز)

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کوئی نعمت عطا کرے مثلاً علم' مال' حسن اور شوقِ عبادت، طلبِ مولیٰ اور فقر اور وہ اس کے زائل ہو جانے یا چلے جانے سے خوف کھائے اور ڈرے کہ کہیں یہ نعمت اس سے واپس نہ لے لی جائے تو ایسا شخص خود پسند نہیں ہوتا اور اگر نہ ڈرے اور نعمت کے سبب سے یہ خیال کر کے خوش ہو رہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اسے اپنی صفت خیال نہ کرے تو ایسا شخص بھی خود پسند نہ ہوگا اور اگر اس نعمت کو اپنی صفت سمجھ کر اترائے' اور مغرور ہو تو وہ خود پسند ہوگا۔

غرضیکہ عُجب (خود پسندی۔ خودنمائی) ایک فریب ہے جس میں انسان خود ہی اپنے آپ کو مبتلا کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔

ریا کاری

ریا کاری سے مراد دکھاوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا اصل مقصد تو معرفتِ الٰہی ہے تاکہ جو بھی عمل کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور اس کی پہچان اور معرفت حاصل ہو جائے۔ اگر اس مقصد میں لوگوں کے لئے دکھاوے اور شہرت کی نیت شامل ہو جائے تو وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ رہے گا اور اسے ریا کاری کہا جائے گا۔ عارفین کے نزدیک ریا کاری بہت بڑا گناہ اور حجاب ہے اور یہ شرک کے قریب ہے۔ اخلاصِ نیت سے صرف اللہ تعالیٰ کے

www.sultan-ul-faqr-publications.com

لئے کیا گیا عمل بارگاہِ الٰہی میں قبول ہے۔ اعمال کرنے میں کوئی ذاتی اور نفسانی غرض رکھ لیں اور دِل میں یہ احساس پوشیدہ ہو کہ لوگ نیک اور پرہیزگار سمجھیں تو یہ عبادت اور اعمال ریاکاری کا شکار ہو جائیں گے اور یہ عبادت اللہ سے دور لے جائے گی۔

❁ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ لوگ جو اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ کتنا بُرا ساتھی ہے۔'' (پ5 سورۃ النساء 38)

❁ حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم لوگوں پر خوف ہے وہ ہے چھوٹا شرک۔'' لوگوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے'' تو فرمایا ''ریاکاری''۔ (بیہقی)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے طلب کریں گے۔ وہ لوگوں کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یعنی بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہوں گے) اپنی نرم دِلی ظاہر کرنے کے لئے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دِل بھیڑیوں کے دِل ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ میرے مہلت دینے سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کیا یہ لوگ مجھ پر جری ہو گئے ہیں؟ تو مجھ کو میری ہی قسم ہے کہ میں ضرور ضرور ان لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو عقل مند آدمی کو حیرانی میں ڈال دے گا۔ (احمد)

❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لئے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ویسا ہی بدلہ دے گا''۔ (ابن ماجہ)

❁ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ریاکاری کرتے ہوئے نماز پڑھی یقیناً اس نے شرک کا کام کیا۔ جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا بے شک اس

www.sultan-ul-faqr-publications.com

نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریا کاری کرتے ہوئے صدقہ دیا بلاشبہ اس نے شرک کا کام کیا۔ (احمد)

❁ حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو سنانے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے سناوا کرے گا جو دکھاوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دکھاوا کرے گا''

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ریا کا ادنیٰ مرتبہ بھی شرک ہے اور تمام بندوں میں خدا کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو تقویٰ والے ہیں اور چھپے ہوئے ہیں اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی تلاش نہ کرے (کہ اُن کی کسی کام میں لوگوں کو ضرورت نہ ہو) اور گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں وہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں''۔ (طبرانی۔حاکم)

❁ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''ریا کفر سے زیادہ بُری خصلت ہے۔'' (محک الفقر کلاں)

ریا کی حقیقت اور اقسام

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ خود کو لوگوں کے سامنے پارسا اور نیک ظاہر کیا جائے تاکہ ان کے نزدیک زیور پارسائی سے آراستہ متصورؔ ہو اور ان کے دلوں میں مقبول اور ہردلعزیز ہو جائے تاکہ لوگ اسے محترم اور قابلِ تعظیم جانیں اور نگاہِ عزت سے دیکھیں اور اسے اخلاقِ نیک کا نمونہ خیال کریں اور اس غرض سے وہ ایسی باتیں اختیار کرتا ہے جو (بظاہر) پارسائی اور دینی بزرگی کی دلیل ہوتی ہیں پس انہی کی نمائش کو اپنا شعار بنا لیتا ہے اور ان باتوں کو پانچ اقسام پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

❁ پہلی قسم صورتِ تن (جسم) سے متعلق ہے یعنی ظاہری وبدنی ہیئت وشکل نیک لوگوں کی طرح بنالینا یا جسم کے اعضا مثلاً چہرے کو (کسی نہ کسی طریق سے) زرد بنالینا کہ لوگ سمجھیں رات

عبادت میں گزری ہے اور سو یا بالکل نہیں یا اپنے آپ کو بالکل نحیف و نزار سا بنا لینا کہ لوگ یہی خیال کریں کہ یہ نقاہت وضعف مجاہدہ و ریاضت ہی کا نتیجہ ہوگا۔ باتیں بہت ہی دھیمے لہجے سے کرنا اور آواز بالکل دبا کر رکھنا تا کہ سننے والوں کو یہی گمان گزرے کہ اس کے دِل میں وقارِ دین کا احساس اتنا گہرا ہے کہ آواز تک دب کر رہ گئی ہے یا لبوں کو رگڑ رگڑ کر یا کسی اور طریقے سے خشک رکھنا تا کہ روزہ دار دکھائی دے اور جب ان تمام امور میں لوگوں کا خیال وہی ہوتا ہے جس کی اسے خواہش وتمنا ہوتی ہے تو ان کے اظہار میں اس کے نفس کو بڑی راحت و مسرت حاصل ہوتی ہے۔

❁ دوسری قسم ریاکاری کی لباس اور پوشش میں ہوتی ہے مثلاً لباس اس طرح کا پہننا کہ نیک معلوم ہو یا کھردرا، سخت اور غیر ملائم لباس پہننا یا چھوٹے تنگ اور پھٹے پرانے کپڑے پہننا تا کہ اس پر زاہد ہونے کا گمان گزرے یا صوفیانہ لباس اور اس کے ساتھ مصلی اور گدڑی لیے پھرنا کہ لوگ اسے صوفی سمجھیں چاہے تصوف نام کی کوئی صفت سرے سے اس میں موجود نہ ہو۔ لباس کے اعتبار سے ریاکاروں کے دو گروہ ہیں ایک تو وہ ہوتے ہیں جنہیں قبولِ عام کی دُھن سوار رہتی ہے اور وہ عام لوگوں میں زاہد و متقی کہلوانے کیلئے بے قرار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سادہ سوتی یا بوسیدہ اور تار تار کپڑے یا عام سا لباس پہنے رکھتے ہیں کہ یہی ڈھنگ قبولِ عوام کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کے سامنے موٹے یا گرم کپڑے موسم کے لحاظ سے بھی پہننے کو کہیں تو وہ اسے اپنی ذات پر ایک تہمت ظاہر کرتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ان پر موت سے بھی سخت تر اور ناگوار گزری ہے حالانکہ یہ کپڑے حلال ہیں اور ان کا پہننا ممنوع نہیں لیکن اس کا کیا کہیے کہ یوں ان کی دکانِ زُہد بند ہو جانے کا خدشہ لاحق ہوتا ہے اور لوگوں سے یہ بات سننے کا اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ زاہد درجۂ زُہد سے گر گیا ہے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو عوام کے ساتھ حکمرانوں کے نزدیک بھی مقبولیت و ہردلعزیزی کے متلاشی ہوتے ہیں یہ لوگ پرانا لباس نہیں پہنتے تا کہ حکمرانوں کے نزدیک حقیر و بے وقعت نہ ٹھہریں

لیکن تجمل وشوکت سے کام لینے سے عوام کی نظروں میں گر جانے کا کھٹکا بھی لگا رہتا ہے اس لیے وہ باریک صوف اور ایسا لباس پہنتے ہیں کہ جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں کہ اس قسم کا لباس بھی بعض صالحین اور زاہدوں کا لباس رہا ہے، تا کہ عوام اسے دیکھ کر ان کے زُہد و پرہیز گاری کے قائل رہیں اور قیمت میں چونکہ وہ لباس امرا کے لباس سے کسی طرح کم نہیں ہوتا اس لیے خواص اور حکمرانوں کو اظہارِ حقارت کا موقع نہیں مل سکتا۔ ان لوگوں میں اگر کسی سے کہا جائے کہ سادہ لباس پہن لو تو یہ بات ان کیلئے نزع کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے خواہ وہ (مجوزہ) لباس ان کے پہنے ہوئے لباس سے کم قیمت اور زیادہ اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اسے ایسا لباس پہننے کی استطاعت ہی نہیں ہے اسے تو بیک وقت اپنے آپ کو ایک طرف زاہد، نیک یا پرہیزگار ثابت کرنا ہے تو دوسری طرف رئیس و مصاحب اور یہ احمق جب اس بات کو جانتا بھی ہے کہ جس لباس سے وہ گھبراتا ہے وہ حلال ہے اور دینداروں کا پہناوا بھی رہا ہے اور خود گھر کے اندر پوشیدہ طور پر یہ اسے خود بھی استعمال کرتا ہے تو پھر باہر جاتے وقت یا بازار میں اسے کیوں نہیں پہن سکتا؟ شاید اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ (خدا کی نہیں) مخلوق کی پرستش ہے اور کیا عجب کہ جانتا ہی ہو لیکن دِل خوفِ خدا سے گھبراتا ہی نہ ہو۔

۞ تیسری چیز جس میں ریاکاری سے کام لیا جاتا ہے گفتار یعنی طرزِ گفتگو ہے۔ یا تو ہر وقت لوگوں کے سامنے تسبیح پکڑے ذکر میں مصروف رہنے کی کوشش کرتا ہے یا لبوں کو عموماً یوں ہلاتا رہتا ہے کہ کوئی جانے ذکرِ الٰہی سے کسی وقت فراغت ہی نہیں ہوتی اور ہو سکتا ہے کہ واقعی ذکر کرتا بھی ہو لیکن سوال یہ ہے کہ اگر لبوں کو یوں مکارانہ جنبش نہ دیتا رہے تو کیا دِل ہی دِل میں ذکر کرنا ممکن نہیں؟ سو بات یہ ہے کہ ممکن کیوں نہیں بلکہ دِل میں ذکر کرنا احسن و افضل ہے لیکن پھر لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ حضرت ذکر بھی کیا کرتے ہیں! حالانکہ یہ کام صرف لوگوں کے روبرو ہی ہوتا ہے ورنہ خلوت و تنہائی میں اس کا کبھی خیال بھی اس کے دِل میں نہیں گزرتا۔ یا پھر یوں کرتا ہے کہ صحابہؓ اور صوفیوں کے اقوال و روایات میں سے کچھ باتیں یاد کر

www.sultan-ul-faqr-publications.com

لیتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کرتا ہے کہ گویا علمِ تصوف یا علمِ دین پہ آج کسی کو عبور حاصل ہے تو بس اسے ہی تو ہے۔ اور ہر وقت (لوگوں کے سامنے) گردن نیچے کیے ہوئے چلتا ہے گویا حالتِ وجد طاری ہے کبھی کبھی چند ایک حکایات اور احادیث ذہن میں محفوظ رہ جاتی ہیں تو انہیں جگہ جگہ مختلف لوگوں کے سامنے یوں دہرایا جاتا ہے کہ گویا علم کا بحر ہے اور آج زمانے میں اس کے علم و فضل کا جواب ہی کہاں ہے؟ اور کون ہے جس نے اسکی طرح لاتعداد بزرگانِ دین کی زیارت کی ہو اور سفر و سیاحت میں عمر گزاری ہو۔

❁ چوتھی چیز عبادات ہیں جن میں ریاکاری سے کام لیا جاتا ہے مثلاً نماز کا وقت ہونے سے پہلے ہی لوگوں کے سامنے بڑے اہتمام سے نماز کی تیاری کرنے لگتا ہے یا مسجد میں نماز کے وقت سے بھی پہلے پہنچ کر بیٹھ جاتا ہے تاکہ ہر آنے والا نمازی اس کے زُہد کا قائل ہو سکے یا ایسا ریاکار نماز پڑھتے ہوئے اگر دور سے کسی کو آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو نماز بڑے اہتمام اور خضوع وخشوع سے شروع کر دیتا ہے گردن آگے کو جھک جاتی ہے رکوع اور سجود میں قیام طویل تر ہو جاتا ہے نہ ادھر اُدھر کہیں دیکھتا ہے یا صدقہ دینا ہو تو لوگوں کے سامنے دیتا ہے (تاکہ خوب تشہیر ہو جائے) اور اسی طرح ہر عبادت میں ایسی ہی نمود و نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے اور چلتے وقت بڑی آہستہ روی کا مظاہرہ کرتا ہے اور گردن نیچے جھکی رہتی ہے حالانکہ اگر کوئی دیکھ نہ رہا ہو تو چال میں وہ تیزی و طراری ہوتی ہے (کہ قابلِ دید) اور ادھر اُدھر تانک جھانک سے ایک لحظہ بھی فرصت نہیں ہوتی وہ تو کسی کو دیکھ کر رفتار ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور نگاہیں ایک دم مؤدب و مہذب ہو جاتی ہیں۔

❁ پانچویں چیز یہ ہوتی ہے کہ لوگوں پر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ میرے پیروکاروں یا مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور شاگردوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں بڑے بڑے رئیس اور جاگیردار میرے سلام کو حاضر ہوتے ہیں اور اسے اپنے لیے باعثِ برکت و سعادت تصور کرتے ہیں۔ مشائخِ زمانہ میرا احترام کرتے ہیں اور مجھے بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جاہ و حشم کی طلب اگر ایسی چیزوں کے ذریعے کی جائے جن کا تعلق عبادات سے نہ ہو تو یہ مباح ہے کیونکہ اگر کوئی شخص باہر

www.sultan-ul-faqr-publications.com

نکلتا ہے اور اچھے کپڑے زیب تن کر کے نکلتا ہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ اس کی آراستگی وجمال سے مقصود اظہارِ مروّت ہوتا ہے نہ کہ پارسائی۔ بلکہ اگر کوئی شخص علمِ لغت، نحو، حساب اور طب وغیرہ کے بارے میں یا کسی بھی چیز کے بارے میں جو دین اور عبادات سے متعلق نہ ہو، اپنی علمیت وفضیلت کا اظہار کرے تو یہ ریا ہوتے ہوئے بھی جائز ہے کیونکہ ریا ہوتی ہی طلبِ جاہ کے لئے ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ طلبِ جاہ اگر حد سے نہ بڑھے تو مباح ہے البتہ دین اور عبادات میں حرام ہے۔

الغرض ریاکار کا کوئی عمل یا عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ یہی عمل اور عبادت وبالِ جان بن جاتی ہے اور خاص کر ''راہِ فقر'' میں جو طالب ''ریاکاری'' میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ اسے دین دنیا دونوں جہانوں میں ''روسیاہ'' کر دیتی ہے۔

غصہ

شدتِ جذبات کے اظہار کا نام غصہ ہے اور یہ دل میں پیدا ہوتا ہے' غصہ کی اصل آگ ہے اور نسبت شیطان سے منسوب ہے' کیونکہ شیطان کو آگ سے تخلیق کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ آگ کا کام اضطرابی اور بے قراری ہے اور مٹی کا وصف سکون۔ جس پر غصہ غالب ہو جاتا ہے اس کی جتنی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہے اس سے زیادہ شیطان کے ساتھ ہو جاتی ہے اور شیطان اس پر غالب آجاتا ہے۔ اس لیے جب غصہ آئے تو اس پر قابو پانا چاہیے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ غصہ انسان میں اس لیے پیدا کیا گیا کہ وہ اس کا ہتھیار بن جائے تاکہ وہ اس کے ذریعے باطن کے مضمرات اور خطرات کو دور کر سکے اور خواہش (شہوت) کو اس لیے پیدا کیا گیا کہ جو چیز احسن ہو اس کو اپنی طرف کھینچ لے۔ انسان کو ان دو چیزوں سے گریز ناممکن ہے لیکن جب ان میں افراط پیدا ہوتی ہے تو وہ خطرناک ہے اور غصہ اس خطرے اور

www.sultan-ul-faqr-publications.com

آگ کی مانند ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور اس کا دھواں دماغ تک پہنچتا ہے اور عقل کے محل کو وہ دھواں تاریک کر دیتا ہے تا کہ عقل کوئی اور اچھی بات نہ سوچ سکے اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک غار میں اتنا دھواں پیدا ہو جائے کہ اس کے اندر کوئی جگہ نظر نہ آئے یہ بہت ہی خرابی کی بات ہے اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ غصہ عقل کے حق میں شیطان ہے۔ اس کا بالکل کم ہو جانا بھی اچھا نہیں ہے کہ عزت اور دین کی حفاظت کے لیے قتال اور کافروں سے جنگ وجدال اسی جذبہ کی بدولت ہو سکتا ہے۔ غصہ میں نہ افراط ہو نہ تفریط بلکہ اعتدال ہو اور عقل و دین کے حکم سے ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غصہ کو بالکل نیست و نابود کیا جا سکتا ہے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ غصہ تو ایک ہتھیار ہے اس سے گریز ناممکن ہے غصہ کا نابود ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح شہوت کا نابود ہونا ناممکن ہے لیکن جس طرح شہوت کے حصول کی شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے اگر خواہش اس سے آگے بڑھے تو ضبط کرنے کا حکم ہے اسی طرح اگر غصہ حدِ اعتدال سے گزر جائے اور عقل سلب ہو جائے تو غصہ کو پی جانے یا برداشت کرنے کا حکم ہے۔ غصہ کو اس طرح قابو میں رکھنا چاہیے کہ آپے سے باہر نہ ہو جائے اور عقل و شرع کے اندر رہے۔

راہِ فقر کے مسافروں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ غصے سے بچتے ہیں۔ ان کی اس صفت کو قرآنِ حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

❁ جو لوگ اللہ کی راہ میں خوشحالی میں اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آلِ عمران۔ 134)

ایک اور مقام پر غصے کے وقت معاف کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

❁ اور وہ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں۔ (شوریٰ۔ 37)

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بغض اور کینہ

کینہ کا مطلب دشمنی کو دل میں چھپا کر رکھنا ہے۔ پوشیدہ دشمن ظاہری دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کسی کے خلاف دل میں انتقامی جذبہ رکھنا جبکہ وہ قصوروار بھی نہ ہو ایک طرح سے منافقت ہے یہی بیماری بغض اور کینہ کہلاتی ہے۔ بغض اور کینے سے دل کی پاکی جاتی رہتی ہے۔ یہ ایسی نفسانی بیماری ہے جس سے دین اور ایمان خراب ہو جاتا ہے اور عبادت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ راہِ فقر میں تو یہ بیماری طالب کا سفر ہی الٹا کر دیتی ہے کیونکہ بغض وکینہ اس کو راہِ فقر سے غافل کر دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ وقت جو طالب کو راہِ فقر میں تلاشِ حق میں یا عشقِ حق میں لگانا چاہیے وہ انتقام کے منصوبے سوچنے کی نذر ہو جاتا ہے۔ تزکیۂ نفس کا مقصد ہی انسان کو باطنی اور ظاہری بُرائیوں سے پاک کرنا ہے اس لیے جس دل میں بغض اور کینہ ہو گا وہ راہِ فقر کی منازل کیسے طے کرے گا۔ بغض اور کینہ شفقت' محبت' رحم اور عفو کی ضد ہے اگر دل سے بغض اور کینہ ختم ہو جائے تو دل میں شفقت' محبت' رحم اور عفو کا جذبہ پیدا ہو گا۔ یہ حالت مرشدِ کامل کی صحبت اور اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر اور تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

کینہ اُن لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جو کسی کمزوری کی وجہ سے بدلہ لینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اس لیے دل ہی دل میں بغض کو فروغ دیتے رہتے ہیں اور انتقام کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور بعض اوقات تو اس کی شدت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ دشمن کے مرنے کے بعد اس کی اولاد سے بدلہ لینے کی تاک میں رہتے ہیں۔

بغض اور کینہ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ کینہ اسے کہتے ہیں کہ کسی کی خوشی سے غمگین ہونا اور کسی کے غم اور صدمہ سے خوش ہونا۔ کینہ کی علامت یہ ہے کہ جس کو کینہ ہو گا وہ سلام کرنا چھوڑ دے گا اور جب غلبہ بڑھ جائے گا تو سلام کا جواب ہی نہیں دے گا اور حقارت کی نظر سے دیکھے گا

www.sultan-ul-faqr-publications.com

اس پر زبان دراز کرے گا۔ غیبت، جھوٹ اور فحش کلامی سے اس کے بھیدوں کو ظاہر کرے گا اور اس کے اقربا سے بھی دشمنی کرے گا اور جب قابو پالے گا تو معاف نہیں کرے گا مارے گا یا ستائے گا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے گا۔

قرآنِ مجید میں کینہ اور بغض رکھنے والوں سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے:

- اے ایمان والو! غیروں کو اپنا محرم راز مت بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری بُرائی سے فائدہ اٹھانے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے اور چاہتے ہیں تمہیں ایذا پہنچے ان کے دل کا بغض ان کی زبانوں سے ظاہر ہو گیا ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی شدید ہے۔ ہم نے تمہیں کھول کر بیان کر دیا ہے اگر تم میں عقل ہو۔ (آل عمران۔ 118)
- ان کو مومنوں سے اس بات کا کینہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے جو غالب اور قابلِ حمد ہے۔ (بروج۔ 8)
- اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! جو تمہارے طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اس سے ان میں شرارت اور انکار بڑھے گا اور ہم نے اِن میں قیامت تک عداوت اور بغض کو فروغ دے دیا ہے۔ جب لڑائی کے لیے آگ بڑھاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (مائدہ۔ 64)
- بے شک تمہارے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کا اسوہ حسنہ بہترین ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم انہیں نہیں مانتے۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان نہ لاؤ۔ (ممتحنہ۔ 4)
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور تم لوگ بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری شریف)
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے اعمال ہر

www.sultan-ul-faqr-publications.com

ہفتہ دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں یعنی پیر اور جمعرات کے روز۔ پس ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے۔ ماسوائے اس آدمی کے جس کا اپنے بھائی کے ساتھ کینہ ہو۔ (مسلم شریف)

❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے لیکن کینہ پرور نہیں بخشا جاتا۔ (بیہقی)

بُخل
(کنجوسی)

بُخل دل کے اندر مال کی محبت کی شدت کی علامت ہے اور مال کی محبت ہی قربِ الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ بخیل کے دل میں ہر وقت یہی خیال، گمان اور سوچ رہتی ہے کہ مال کو کس طرح حاصل کیا جائے اور کیسے بچایا جائے۔ بُخل سخاوت کی ضد ہے اور سخی اللہ کا حبیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے وہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تول تول کر دیتا ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے زیادہ رزق اور مال عطا کیا ہے وہ اُسے اپنی ذات پر، اہلِ خانہ پر، عزیز واقربا پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ رزق ضرورت کے مطابق خرچ نہ کرنا بُخل ہے اور بُخل کرنے والے کو بخیل کہا جاتا ہے۔

دولت کو اکٹھا کرنا اور جمع کرتے جانا اور دولت کے ڈھیر لگا دینا، اس میں بظاہر بڑے فائدے نظر آتے ہیں۔ درحقیقت یہ فائدے نہیں بلکہ نقصان ہیں۔ انسان سوچتا ہے کہ دولت جمع کرنے سے امیر ہو جائے گا عیش وعشرت کی زندگی بسر کرے گا مگر بخیل مال تو اکٹھا کرتا رہتا ہے لیکن سکھ اس کی قسمت میں نہیں ہوتا بلکہ بخیل کی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ وہ ساری زندگی دولت جمع کرتا رہتا ہے خود اپنے اوپر بھی خرچ نہیں کرتا حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی ساری زندگی کی محنت ومشقت سے اکٹھی کی ہوئی دولت سے دوسرے عیش کرتے ہیں۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

بُخل بخیل کے لیے دوسرے دکھوں اور مصیبتوں کا سبب بنتا ہے۔ اس کی سوچ ہر وقت دولت کو اکٹھا کرنے پر مرکوز رہتی ہے۔ اس لیے حرام وحلال کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور جب وہ ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مزید پریشانیوں میں گھر جاتا ہے کیونکہ دولت کی کثرت پریشانیاں، بیماریاں اور مصیبتیں لاتی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی محبت کو پسِ پشت ڈال کر اللہ کی محبت دل میں بسائی جائے اور یہ حبِ الٰہی ہے۔ مگر بخیل چونکہ دولت سے محبت رکھتا ہے اور اس کے دل میں دولتِ دنیا نے ڈیرا لگایا ہوتا ہے اس لیے اس دل میں اللہ کی محبت کیسے آسکتی ہے جہاں دولت کی محبت ہو۔

جس دل میں اللہ کی محبت آ جاتی ہے وہ دل سخاوت کا گھر بن جاتا ہے' اس لیے اللہ کے بندے بڑے سخی ہوتے ہیں اور اُن کا توکل اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرتا ہے۔ راہِ فقر بُخل کی نہیں سخاوت کی راہ ہے۔ سخاوت کرنے سے مال میں برکت آتی ہے اور بُخل سے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

بُخل کوئی اچھی چیز نہیں ہے بلکہ شر ہے اس لیے قرآنِ کریم اُسے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بخیل کو نہیں بلکہ سخی کو پسند کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال انہیں عطا فرمایا ہے، جو لوگ اس میں بُخل کرتے ہیں اس بُخل کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ بُخل تو ان کے لیے بُرائی ہے۔ وہ مال جس میں وہ بُخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (آلِ عمران-180)

❁ خبردار! جب تم کو بلایا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو سو تم میں سے کوئی وہ بھی ہے جو بُخل کرتا ہے اور جو کوئی بُخل کرے وہ اپنی جان پر بُخل کرتا ہے۔ اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔ اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (محمد-38)

❁ جو لوگ بُخل کریں اور لوگوں کو بُخل کرنے کا حکم دیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنے فضل

www.sultan-ul-faqr-publications.com

سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لیے تو ہم نے ذِلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (نساء 37)

❁ اور جو لوگ خود بھی بُخل کریں اور دوسروں کو بُخل کرنے کا حکم دیں اور جو (احکامِ الٰہی سے) منہ پھیرے تو اللہ بے نیاز اور قابل حمد ہے۔ (حدید 24)

قرآنِ مجید میں بہت سے مقامات پر بُخل کی مذمت کرتے ہوئے اسے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

❁ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما دیجیے کہ اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں بھی خرچ ہونے کے خوف سے روک لیتے اور انسان بڑا ہی کنجوس (بخیل) ہے۔ (بنی اسرائیل 100)

❁ اللہ سے ڈرو، سنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو تمہارے لیے بہتر ہے۔ جو اپنے آپ کو بُخل سے بچائے گا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔ (تغابن 16)

قیامت کے دن بخیلوں کو شدید عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ جس نے بُخل کیا اور بے پرواہ بنا اور اچھی بات کو جھٹلایا پس بہت جلد اس کے لیے دشواری ہوگی جب وہ ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔ (لیل 8 تا 11)

❁ اے ایمان والو! بے شک بہت سے یہودی علما اور عیسائی راہب ناحق لوگوں کا مال کھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور وہی لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے تھے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ان کا جمع شدہ مال دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے بُخل سے جمع کیا اب اسے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ (توبہ 34-35)

احادیث مبارکہ میں بھی بُخل کی بہت مذمت کی گئی ہے۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنی راہ میں

www.sultan-ul-faqr-publications.com

خرچ کرنے والے کو اس کا اجر عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف فرما دے۔ (بخاری شریف)

❁ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں ایک مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں بُخل اور بد خلقی۔ (ترمذی شریف)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں ہیں ان کے ہاتھ چھاتیوں اور گردنوں کے ساتھ باندھ دیئے گئے پس صدقہ کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں اور بخیل جب بُخل کرتا ہے تو زرہ سکڑ جاتی ہے اس کے حلقے اپنی جگہ تنگ ہو جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سخاوت جنت کا ایک درخت ہے۔ سخی اس کی شاخیں پکڑتا ہے اور یہ شاخیں اس کو جنت میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گی۔ اسی طرح بُخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے۔ پس جو بخیل ہوتا ہے وہ ان شاخوں کو پکڑتا ہے اور وہ شاخیں اس کو دوزخ میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑیں گی۔ (بیہقی)

بُخل ایسی باطنی بیماری ہے جو انسان کو اس کی انسانیت سے دور کر دیتی ہے اور بخیل انسان لوگوں کی نفرت کا نشانہ بنتا ہے۔

غیبت

غیبت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اسے ایسے بُرے لفظوں یا القاب سے یاد کیا جائے یا اس کی بُرائی اور بدخوئی کی جائے کہ اگر یہی اس کے سامنے کہا جائے تو بُرا منائے اور اس کے دل کو دکھ پہنچے۔ جو بُرائی اس کی کی گئی ہو اگر وہ اس میں موجود بھی ہو تو پھر بھی یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بُرائی اور نقص موجود نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔ غیبت بہت مہلک باطنی بیماری ہے کیونکہ اس سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

❁ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ (اگر ایسا کرے) تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔'' (حجرات 12)

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کی وہ بات کہو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور جب وہ بات کہو جو اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

❁ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت کرنے والے پر پانچ عذاب نازل ہوتے ہیں:

1. اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔
2. اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔
3. اس کی عبادت اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔
4. قیامت کے دن اس کا منہ اس کی پشت کی طرف ہوگا۔
5. قیامت کے دن وہ شخص فرعون اور شداد کے ساتھ دوزخ میں رہے گا۔

❁ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا'' اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'' فرمایا:'' اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو'' عرض کی گئی'' اگر وہ بُرائی میرے بھائی میں موجود ہو جو کہ میں کہہ رہا ہوں؟'' فرمایا'' جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ برائی موجود ہے تو غیبت ہوئی اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے۔'' (مسلم)

www.sultan-ul-faqr-publications.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کی شب آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا کہ ان کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جاتا ہے جسے وہ لقمہ بنا بنا کر چباتے ہیں اور انہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جیسے تم اپنے بھائی کا گوشت کھاتے رہے ہو اسے بھی کھاؤ۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے غیبت کرنے والے لوگ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو (یعنی ابھی اقرار باللسان کیا ہے) لیکن ایمان تمہارے قلوب کے اندر داخل نہیں ہوا (یعنی تصدیقِ قلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے) نہ مسلمانوں کی غیبت کرو۔ نہ ان کے عیوب کی تلاش میں رہو۔ کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کی تلاش کرے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب تلاش کرے گا خود اس کے گھر ہی کے اندر اس کو رسوا کر دے گا۔ (ابوداؤد)

جھوٹ

جھوٹ کا مطلب غلط بیانی اور دروغ گوئی ہے۔ یعنی بات اصل میں اس طرح نہیں ہوتی کہ جس طرح بیان کی جاتی ہے۔ یہ زبان اور عمل دونوں سے ممکن ہے۔ جھوٹ سے بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں۔ یہ بیماری پہلے باطن میں جنم لیتی ہے اور زبان یا عمل اس کا اظہار کرتے ہیں۔ جھوٹ بولنے سے اللہ کی رحمت سے دوری ہوتی ہے اور جھوٹا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا شکار ہوتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی روزی کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جھوٹ غم و فکر پیدا کرتا ہے۔ جھوٹ دل کو سیاہ کرتا ہے۔ جھوٹ سے گھر کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جھوٹ سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور یہ ام الخبائث ہے۔ جھوٹ سے نفاق، جھگڑا، فساد، نفرت، بغض، کینہ اور منافرت پھیلتی ہے۔

راہِ فقر پر گامزن طالبِ مولیٰ کا اللہ تعالیٰ سے پہلا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ کبھی نہیں بولے گا خواہ اس کے لیے کتنا ہی نقصان اور تکالیف کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔ کیونکہ سچائی

www.sultan-ul-faqr-publications.com

(حق) کے راستہ پر چلنا مشکل ہے لیکن کامیابی صرف سچائی کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ جھوٹ کو دنیا میں کبھی بھی عروج اور کامیابی نہیں ملی۔ آخرکار کامیابی سچائی کے ہی حصہ میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

- اللہ تعالیٰ جھوٹے اور ناشکرے کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الزمر۔3)
- بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے باہر نکلنے والا جھوٹا ہے۔ (المومن۔28)
- قیامت کے دن جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے کیا متکبروں کے لیے جہنم کا ٹھکانہ کافی نہیں ہے۔ (الزمر۔60)
- ان کے دلوں میں مرض ہے تو اللہ نے ان کے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (البقرہ۔10)
- اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہ کی گئی ہو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ بے شک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔ (الانعام۔21)
- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ دراصل منافقت کا ہی ایک حصہ ہے۔ (احیاء العلوم 3)
- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔ (مسند امام احمد)
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو نقل کر دے۔ (مسلم)
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ صدق کو لازم کر لو کیونکہ سچائی (صدق) حق کی طرف لے جاتی ہے اور حق جنت کا راستہ دکھاتا ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق

www.sultan-ul-faqr-publications.com

لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے' آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

❁ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتہ اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ مومن ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسند امام احمد)

❁ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مومن ہر طرح کی خصلت پر پیدا ہو سکتا ہے مگر جھوٹ اور خیانت پر پیدا نہیں ہو سکتا۔ (مسند امام احمد)

راہِ فقر پر صرف صدیق اور سچے طالب کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جھوٹا تو ولی اللہ بن ہی نہیں سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق ہی کو پسند کرتا ہے اور سچے لوگوں کا تعلق حق سے ہوتا ہے۔ سچ سے ہی اللہ کے بندے ظاہر ہوتے ہیں جھوٹ بولنے والے کو اللہ کا بندہ کون کہتا ہے۔ حق کو چھپانا بھی جھوٹ کے زمرے میں ہی آتا ہے کیونکہ یہودیوں کے متعلق روایت ہے کہ وہ حق کو چھپا کر توریت کی آیات کی جھوٹی تاویلات کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔

بدگمانی

سوئے ظن یعنی بدگمانی ''خناس[1]'' کے وسوسہ سے پیدا ہونے والی ایسی بیماری ہے جس میں مبتلا

---

[1] خناس کے لفظی معنی ہیں ''چھپ کر حملہ کرنے والا'' سورہ الناس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیجئے کہ میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے ربّ کی۔ تمام انسانوں کے بادشاہ کی۔ تمام انسانوں کے معبود کی اُس وسوسہ ڈالنے والے ''خناس'' (چھپ کر حملہ کرنے والے) کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ خواہ وہ ''جنات'' میں سے ہو یا ''انسانوں'' میں سے۔ (سورۃ الناس)

شخص کا سکونِ قلب غارت ہو جاتا ہے بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بلا سبب اور بلا وجہ اپنے دِل میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں کسی ایسے گمان کو جگہ دے جو اس کی دیانت، شہرت، نیکی اور شرافت کے لیے سمِ قاتل ہو اور جس کی بنا پر وہ شخص معصوم سے مجرم، صالح سے طالح اور خوش بخت سے بد بخت بن جائے اس طرح اس شخص کے خلاف کوئی ایسا طوفانِ بدتمیزی جنم لے سکے جس کی رو سے اس کی پارسائی اور تقویٰ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے۔

بدگمانی یا سوئے ظن بظاہر معمولی سی برائی یا مرض دکھائی دیتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ برائی بہت سی خرابیوں کی اساس ہے کسی بھی گھر، معاشرے، کسی بھی ادارے اور سوسائٹی کی تباہی میں بدگمانی بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

❁ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (الفتح۔ 12)

ترجمہ: تم نے ایک دوسرے کے بارے میں برا گمان رکھا اور تم برباد ہونے والی ہی قوم تھے

قرآنِ مجید میں بڑے واضح انداز میں اس بیماری سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (الحجرات۔ 12)

ترجمہ: اے ایمان والو! گمان سے بہت زیادہ کام نہ لیا کرو یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

بدگمانی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کی چند وجوہات ہیں ایک وجہ جذباتیت یا شدید حساسیت ہے، بعض اوقات ہمیں جن لوگوں سے بہت زیادہ دشمنی اور بہت زیادہ محبت ہوتی ہے ان کی ادنیٰ ادنیٰ باتیں اور چھوٹے چھوٹے افعال سے بھی بدگمانی ہونے لگتی ہے اور اپنے دشمنوں اور دوستوں کے متعلق ایسے ایسے جھوٹے فرضی خیالات قائم کر لیتے ہیں جن کا حقیقت اور سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات انسان فطری طور پر دوسرے شخص کے متعلق بدگمانی

www.sultan-ul-faqr-publications.com

سے ابتدا کرتا ہے اس کا آغاز عام اور معمولی باتوں سے ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ یہ عادت اتنی پختہ ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں متعلقہ فرد ایک طرح کا ذہنی مریض ہو جاتا ہے اور اس پر بدگمانی کے مرض کے بالکل اس طرح دورے پڑتے ہیں جس طرح کسی پاگل اور دیوانے شخص پر پاگل پن یا جنون کے اثرات طاری ہوتے ہیں الغرض بدگمانی دوستی کو دشمنی اور دشمنی کو شدید دشمنی میں، محبت کو عداوت میں اور پیار کو بغض میں تبدیل کر دیتی ہے۔

بہر حال بدگمانی کا منبع کچھ بھی ہو جذبات یا احساسات، اس کے انسانی معاشرے پر اثرات خوفناک اور انتہائی مہلک ہوتے ہیں اِن بدگمانیوں کی وجہ سے ہنستے بستے گھر اجڑ جاتے ہیں قوموں کی زندگی میں اس کی وجہ سے تباہی اور بربادی کے خوفناک طوفان اُمڈ آتے ہیں بلکہ اس کے راستے میں آنے والی ہر چیز تباہ و برباد ہو جاتی ہے اس کے نتیجے میں جنت نظیر ماحول جہنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

بدگمانی کے بطن سے غیبت، ٹوہ لگانے کی بیماری، بغض اور چغل خوری جنم لیتیں ہیں اور عیوب تلاش کرنے کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

تجسّس یا جاسوسی کرنا

جب گمان کو بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے اور بدگمانیاں غالب آنے لگتی ہیں تو تجسّس 'کرید' جاسوسی کرنے اور ٹوہ کے ذریعہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بیماری جنم لیتی ہے اور بدگمان شخص ہر لحہ اپنے دشمن کے عیوب کی تلاش میں رہتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ٹوہ لگانے سے منع فرمایا گیا ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (الحجرات 12)

ترجمہ: نہ تو ٹوہ لگاؤ (نہ جاسوسی کرو) اور نہ غیبت کرو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

www.sultan-ul-faqr-publications.com

’’اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو (یعنی زبانی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہو) مگر ابھی دِلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا (یعنی دِل کا کلمہ پڑھ کر مومن نہیں ہوئے) مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ (کھوج) نہ لگایا کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے رازوں کے درپے ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے درپے ہو جائے گا اور وہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کر کے چھوڑے گا۔ (ابوداؤد)

- ’’بد گمانی سے بچو...... کیونکہ بد گمانی سے بے بنیاد کوئی چیز نہیں۔ ٹوہ میں رہنے اور کان لگانے سے احتراز کرو‘‘...... (موطا امام مالک)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

- ’’جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی فرمائے گا۔‘‘

- جس نے کسی کا مخفی عیب دیکھ لیا اور پھر اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسا ہے جس طرح کسی نے زندہ درگور کی ہوئی بچی کو موت کے منہ سے بچا لیا۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بجائے اپنا محاسبہ نفس کرتا ہے اور اپنی کمی کوتاہیاں تلاش کر کے اُسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

- میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بُرے بندے نوں لبھن ٹُریا تے بُرا لبھا نہ کوئی
جد میں اندر جھاتی پائی میرے توں بُرا نہ کوئی

(ترجمہ: میں بُرے انسان کی تلاش میں نکلا تو دنیا میں مجھے کوئی بُرا نظر نہ آیا لیکن جب میں نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے بُرا تو اس دنیا میں کوئی موجود ہی نہیں ہے)

یاد رکھیں جو دوسروں کے عیب تلاش کر کے ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں سے پردہ اٹھا کر اُسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

چغل خوری

بدگمانی کے شکار آدمی کی چونکہ ساری فکر دوسرے کو بُرا سمجھنے کے گرد گھومتی ہے اس لیے اسے ہر وہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ شخص اچھا لگتا ہے جو اس کی سوچ کی تقویت کا باعث ہو اور اس کی ہاں میں ہاں ملائے یہیں سے چغل خوری کو راہ ملتی ہے چنانچہ چغل خور اپنی کسی رنجش، مفاد یا حماقت کے تحت الاؤ تیز کرنے کے لیے لکڑیاں اور تیل مہیا کرتا ہے۔ چغلی بہت ہی مذموم عادت ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

- هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍۢ (القلم 11)

ترجمہ: بہت طعنے دینے والا، بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

- عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (القلم-13)

ترجمہ: درشت خو، اس سب پر طُرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

- حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت مبارکہ میں ''زنیم'' سے مراد وہ شخص ہے جو ولد الزنا ہو اور بات چھپا تا نہ ہو انہوں نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ جو شخص بات مخفی نہیں رکھتا اور چغل خوری کرتا ہے اس کا یہ فعل اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ولد الزنا ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی میں اسی طرف اشارہ ہے ''گردن اکڑا کر چلنے والا''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (الھمزۃ-1)

ترجمہ: ''خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے۔ پیٹھ پیچھے بدی کرے،'' ایک تشریح کے مطابق ''ہمزۃ'' سے مراد چغل خور ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

www.sultan-ul-faqr-publications.com

''کیا تمہیں بدترین انسان کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟'' صحابہؓ نے عرض کیا! ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ چغل خور لوگ ہیں جو پیارے دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔''

- چغل خوری، بدزبانی اور متکبرانہ ہٹ دھرمی و ناجائز طرف داری دوزخ میں لے جانے والے کام ہیں۔
- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ یعنی قتات جنت میں نہیں جائے گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قتات سے مراد چغل خور ہے۔
- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''قیامت کے دِن دوزخا چغل خور سب سے بدتر ہوگا جو ایک کے پاس اور چہرہ لے کر آتا ہے تو دوسرے کے پاس دوسرا چہرہ لے کر جاتا ہے اس کی قیامت کے دِن دو آگ کی زبانیں ہوں گی۔''
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''تم میں سے اللہ تعالیٰ کو پسند وہ ہے جو زیادہ اچھے اخلاق والا، نرم مزاج، تعاون کرنے والا، الفت اور محبت سے پیش آنے والا اور تم میں سے بدترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو چغلی کرے مسلمان بھائیوں میں تفریق پیدا کرے اور پاک باز لوگوں کی برائیاں تلاش کرے۔''
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ آٹھ قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جن میں سے ایک چغل خور ہے۔
- حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں ایک روایت میں درج فرماتے ہیں کہ چغل خور کی اصلیت جب ظاہر ہو جائے تو وہ یتیم سے زیادہ ذلیل اور رسوا ہوتا ہے۔

چغل خور کا طریقہ

- کسی کی ٹوہ اور عیب کرید کرید کر اور اس میں خود اضافہ کر کے لوگوں کو بتاتا اور ان کے دِلوں

www.sultan-ul-faqr-publications.com

میں نفرت پیدا کر کے بدظن کرتا ہے۔

- یاد رکھیں سب سے خطرناک سچ وہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ شامل کر دیا جائے یا واقعہ اور بات کا رخ بدل دیا جائے۔ چغل خور کا یہ بھی طریقہ واردات ہے۔
- دوُرخا چغل خور وہ ہوتا ہے جو دو اشخاص یا دو گروہوں کے درمیان عداوت اس طرح ڈالتا ہے کہ دونوں طرف اُسے اپنا دوست سمجھا جاتا ہے اور اس پر اعتبار کیا جاتا ہے لیکن یہ دوُرخا اصل میں مخلص دونوں سے نہیں ہوتا اس کا مقصد دونوں کی تباہی ہوتا ہے۔
- قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں یہ مرض اس قدر بڑھ چکا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر اور خاندان اس کی ہلاکت آفرینی سے محفوظ ہو، ساس بہو کے اختلافات اور خاندانوں کے دیگر جھگڑے اور فساد اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرد حضرات بالعموم اور خواتین بالخصوص اس روحانی مرض کا شکار ہوتے ہیں، گھروں، دفتروں، خاندانوں اور راہِ فقر میں بدگمانی، عیب جوئی اور چغل خوری زیادہ خرابیاں پیدا کرتی ہے ان خواتین و حضرات کو اس مرض سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے جو راہِ فقر کے راہی ہوں کیونکہ شیطان (خواہ انسانی شکل میں ہو یا جن کی شکل میں) کو ایسے لوگوں کو پریشان کر کے اور اُن کی زندگیوں میں زہر گھول کر زیادہ سکون ملتا ہے۔

غفلت

انسان کا مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی پہچان یا دیدارِ الٰہی ہے۔ اس سے بے توجہ اور لاپرواہ رہنا غفلت ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پہچان کی کوشش نہیں کرتا اس سے بے خبر رہتا ہے وہ غافل ہے۔ راہِ فقر میں غفلت بہت بڑی کوتاہی ہے جس کی وجہ سے طالبِ مولیٰ حق تعالیٰ کی پہچان سے محروم رہتا ہے اور جو یہ مقصدِ حیات حاصل نہ کر سکا وہ دنیا سے محروم گیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پہچان کا طالب ہو اسے غفلت سے نکل کر فوراً راہِ فقر پر گامزن ہو جانا چاہیے کیونکہ جو طالب اللہ کو پانے کے لیے کوشش اور جدوجہد نہیں کرے گا وہ اللہ کو کیسے پائے گا؟

www.sultan-ul-faqr-publications.com

غفلت مقصدِ حیات کی دشمن ہے۔ غفلت لذتِ آشنائی کا حجاب ہے۔ غفلت ذوق وشوق میں رکاوٹ ہے۔ غفلت انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈالے رکھتی ہے۔ غفلت عشق کی تڑپ پیدا ہونے نہیں دیتی' غفلت چشمِ دل روشن نہیں ہونے دیتی غفلت شیطان کا اہم ہتھیار ہے۔

آج کل غفلت نے انسان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ دن رات انسان دنیا بنانے کے لیے سوچ و بچار (تفکر) میں مصروف رہتا ہے۔ غفلت انسان کو عباداتِ شریعت کی طرف آنے نہیں دیتی اور جو عباداتِ شریعت (نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' تلاوتِ قرآن) تک پہنچ چکے ہیں وہ اسی میں مگن ہیں اس سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ ظاہری عبادات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ضرور ہیں لیکن منزل نہیں ہیں۔ جو جہاں پر ہے اسی مقام پر مگن اور غفلت کا شکار ہے۔ ہم اپنے بارے میں' اپنے بیوی بچوں' گھر بار' کاروبار' عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کے بارے میں ہر لمحہ سوچتے اور غور وفکر کرتے رہتے ہیں کیا ہم نے کبھی مقصدِ حیات کے بارے میں غور کیا ہے؟ چونکہ بندے کی زندگی کا مقصد اللہ کو پانا ہے اس لیے جو اس مقصد سے غافل رہے گا وہ ناکام ونامراد ہو جائے گا۔

راہِ فقر میں بڑے بڑے طالبِ مولیٰ ابتدا میں بڑی تیزی سے فقر کی منازل کو طے کر جاتے ہیں مگر پھر غفلت میں ایسے مبتلا ہوتے ہیں اور ایک ہی مقام پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جب طالب یہ محسوس کرے کہ وہ راہِ فقر میں کسی منزل پر رک گیا ہے تو فوراً غور کرے اور اس عمل یا غلطی کا کھوج لگائے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ اس کا تدارک کرے اور استقامت سے آہستہ آہستہ راہِ فقر میں اپنا سفر جاری رکھے کیونکہ جلد بازی شیطان کا ہتھیار ہے مومن کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں غفلت پر انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

❁ ہم نے بہت سے انسانوں اور جنوں کو دوزخ ہی کے لیے پیدا کیا ہے وہ دل (باطن) رکھتے ہوئے بھی نہیں سمجھتے وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی نورِ بصیرت سے محروم ہیں (یعنی ان کو کچھ نظر نہیں

www.sultan-ul-faqr-publications.com

آتا) ان کے کان ہیں لیکن وہ سنتے نہیں یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ یہی لوگ غافل ہیں۔ (اعراف 179)

- بے شک جو لوگ لقائے الٰہی (دیدارِ الٰہی) پر یقین نہیں رکھتے اور دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور مطمئن ہیں اور یہی لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ انہیں ان کے اعمال سمیت دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (یونس 7-8)
- اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا وہی نقصان اٹھانے والا ہو گا۔ (منافقون 9)
- اور صبح و شام ذکر کرو اپنے رب کا، دِل میں، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے، خوف سے، عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔ (اعراف 205)
- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو ذکرِ اللہ کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی اور جو نہیں کرتا اس کی مثال مردہ کی ہے۔ (بخاری)
- اسی حدیث کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

"جو دم غافل سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ فرمایا ھُو"

ترجمہ: (جو سانس بھی ذکرِ اَللّٰہُ کے بغیر نکلے وہ کفر ہے یہ بات ہمیں ہمارے مرشد نے سمجھائی ہے)

طمع و حرص

انسان فطری طور پر حریص اور لالچی ہے کیونکہ اس کی تخلیق میں یہ موجود ہے جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سے مطمئن نہیں ہوتا ہر وقت مزید کی خواہش اس کے دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے۔ حرص، لالچ یا طمع مال و دولت جائیداد کی بھی ہو سکتی ہے' کھانے پینے' حسن' صحت' گھر' عورت' لباس' حکومت اور عہدہ کی بھی ہو سکتی ہے۔ حرص، طمع یا لالچ پہلے قلب میں جاگزیں ہوتی ہے اور

www.sultan-ul-faqr-publications.com

لالچی انسان کے دل میں ہر وقت ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر صورت میں اور ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کی خواہش ڈیرہ ڈال لیتی ہے اور یہی خواہش اسے جائز سے ناجائز ذرائع کی طرف لے جاتی ہے طمع کی ضد قناعت ہے۔ فقیر کے لیے لازم ہے کہ ایک دِن یا ایک ماہ سے زائد کا اہتمام نہ کرے اس سے زائد سے طویل امیدوں کی طرف راغب ہوگا تو قناعت ختم ہو جائے گی اور وہ حرص و طمع ہوگی۔ غنی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے رزق پر قناعت کرتا ہے۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''طمع کا ترک کرنا فقر ہے اور لوگوں سے ناامید ہونا غنی ہونا ہے جو لوگوں کے مال و دولت سے ناامید رہتا ہے وہ سب سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ قناعت میں سکون اور طمع میں بے سکونی، بے چینی اور پریشانی ہے۔ مذمتِ لالچ، طمع اور حرص کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

- میراث کے مال کو غبن کی طرح کھا جاتے ہو اور مال کی محبت تم میں طمع کی طرح ہے۔ (فجر: 19-20)
- تمہیں مال کے لالچ نے غافل بنا رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ گئے عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔ (سورہ التکاثر 1 تا 3)

طمع یا حرص (لالچ) شیطان کا بہت بڑا آلہ ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کرتا ہے اس کا طریقہ واردات ہے کہ پہلے وہ خواہش کو انسان کے دل میں شدت سے ابھارتا ہے جب یہ خواہش اُس کے دل کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہے تو وہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے رات دن ایک کر دیتا ہے۔

- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (بخاری شریف)
- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ چکنی اور پھسلا دینے والی چیز جس پر علما کے قدم نہیں ٹھہر سکتے وہ لالچ (طمع یا حرص) ہے۔ (کنز العمال)
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بے شک تم حکومت

www.sultan-ul-faqr-publications.com

کے لیے حریص ہو جاؤ گے۔ (بخاری شریف)

❁ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جس شخص نے لالچ، غصہ اور نفس کی پیروی سے خود کو بچالیا اس نے چھٹکارہ حاصل کر لیا۔

حرص اور لالچ کو حضرت سخی سلطان باھوؒ نے راہِ فقر کی بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ جب تک طمع اور لالچ قلب میں جاگزیں رہتی ہے اسم اَللّٰہُ ذات قرار نہیں پکڑتا کیونکہ یہاں تو طلبِ دنیا و عقبیٰ کو چھوڑ کر طلبِ مولیٰ کا سفر ہے۔ اور طلبِ دنیا و عقبیٰ حرص اور طمع ہے۔

❁ حضرت سخی سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

جس دِل پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت نہ پڑے وہ سیاہ و گمراہ ہو کر حرص و حسد و کبر سے بھر جاتا ہے۔ حسد کے باعث قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا، حرص نے حضرت آدم علیہ السلام کو دانہ گندم کھلا کر بہشت سے نکلوا دیا اور کبر نے ابلیس کو مرتبہ لعنت پر جا پہنچایا۔ جو دِل خانۂ ہوس بن جاتا ہے وہ ہر وقت حرص و حسد و کبر و غرور سے پُر رہتا ہے اور کمینی دنیا کی خاطر پریشان رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ''ایک ہی دِل میں دین و دنیا اس طرح جمع نہیں ہو سکتے جس طرح کہ آگ اور پانی ایک ہی برتن میں۔'' (عین الفقر)

❁ جو لوگ طمع و حرص و حسد و کبر و ہوا جیسے حجابات میں نہ الجھے وہ بے حجاب اللہ کے سامنے رہے اور کلامِ الٰہی میں یوں بے نکتہ غرق ہوئے جیسے موتی ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہوں۔ (کلید التوحید کلاں)

دعوتِ فکر

ہم میں صنم پرستی اور پرستش کا مادہ بہت زیادہ ہے شہوات اور خواہشاتِ نفس کی پرستش بھی صنم پرستی یا بت پرستی ہی ہے اور یہ سب سے بڑا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا

ہے۔اور قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

❁ اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰٮهُ ۝ (الجاثیہ۔23)

ترجمہ: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود (خدا) بنا رکھا ہے۔

❁ اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ (الفرقان۔43)

ترجمہ: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود (خدا) بنا رکھا ہے۔

❁ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:۔

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی، تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دِل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

❁ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نفس کے خلاف جہاد کو ''جہادِ اکبر'' فرمایا ہے۔
پھر قرآنِ پاک میں بھی نفس کی پاکیزگی کو کامیابی قرار دیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

❁ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى (سورہ اعلیٰ۔14)

ترجمہ: تحقیق وہ فلاح پا گیا جس (کے نفس) کا تزکیہ ہو گیا۔

❁ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا (سورہ الشمس۔9)

ترجمہ: وہ فلاح پا گیا جس نے (اپنے نفس کا) تزکیہ کر لیا۔

اور جب نفس کا تزکیہ ہو جائے تو ایسے انسان کا قلب ''قلبِ سلیم'' کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم والے ہی کامیاب ہوں گے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ۝ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ (سورۃ الشعراء۔89-88)

ترجمہ: قیامت کا دن ایسا دِن ہے کہ اس دِن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔ بلکہ وہاں

www.sultan-ul-faqr-publications.com

کامیابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔

اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب تک شہوات اور خواہشاتِ نفس کو دِل سے نکالا نہیں جاتا اللہ تعالیٰ کی ذات دِل میں آ نہیں سکتی اور جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہی دور ہو جائے تو کونسی عبادت قبول ہوگی؟ اور یہ ایسی بیماریاں ہیں کہ جب دِل میں پیدا ہوتی ہیں انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا:

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

محاسبہ نفس مومن کی صفت ہے۔ مومن ہر لحہ' ہر وقت اپنے نفس کے محاسبہ میں مصروف رہتا ہے کہ اس کے اندر کون کون سی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔ انسان اپنے اندر غور کرے تو اُسے ہر کوتاہی نظر آ جاتی ہے اور اس کے اندر (باطن) کے متعلق یا تو وہ انسان خود جانتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ۔ کوئی تیسرا اس سے باخبر نہیں ہوتا۔ ہم نے نفس کی تمام بیماریوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اب آپ اپنے اندر غور کریں کہ ان میں سے کون کون سی آپ کے اندر موجود ہے۔ ان ناسور کے ہوتے ہوئے عبادات بھی کوئی فائدہ نہیں دیتیں اس لیے تو آج کے دور میں ہماری عبادات اور دعائیں بے اثر ہیں۔ ہم ظاہری طور پر تو عبادات کرتے ہیں لیکن اندر سے ان بیماریوں کی وجہ سے حجاب میں ہیں۔

اگر ہمیں ظاہری طور پر کوئی بیماری ہو جائے' بخار ہو جائے' نزلہ زکام ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر کی طرف علاج کے لیے دوڑتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں میڈیکل چیک اپ اور ٹیسٹوں پر خرچ کرتے ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ سے معاملاتِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑے تو کر لیتے ہیں کتنا لمبا سفر کرنا پڑے' کر لیتے ہیں اور علاج کے لیے وقت بھی نکال لیتے ہیں۔ ہماری تمام مصروفیت ختم ہو جاتی ہے' لیکن کیا ہم نفس اور قلب کی ان بیماریوں کے علاج کے لیے بھی کسی ڈاکٹر یا طبیب کی تلاش میں نکلے ہیں؟ کیا ہم نے ان سے نجات کے لیے بھی وقت نکالا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ظاہری عبادات کرتے کرتے اگر تو سوکھ کر کانٹا ہو جائے اور کمر کبڑی ہو جائے تب بھی ان بیماریوں کا علاج ممکن نہیں۔ اس کے

لیے تو کسی طبیب کو ہی تلاش کرنا پڑے گا اور پھر آج کل کے دور میں لوگوں میں سلف صالحین کی طرح سخت محنتوں اور مجاہدوں کی ہمت اور وقت نہیں رہا کہ وہ مجاہدات سے نفسانی بیماریوں سے نجات حاصل کر سکیں اس کے لیے آسان ترین طریقہ ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہے جو کسی طبیبِ کامل (مرشدِ کامل) سے حاصل ہوا ہو۔ ایسا مرشدِ کامل جو صاحبِ تصور تصرف اور صاحب مسمّی اسمِ اَللّٰہُ ذات ہو۔ کیونکہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ جو شخص چاہے کہ زریں واطلس کا لباس پہنے اور عمدہ خوراک کھانے کے باوجود اس کا نفس مطیع و فرمانبردار رہے، خواہشاتِ دنیا و نفس سے مامون رہے، معصیتِ شیطانی سے محفوظ رہے اور اس کے وجود سے خناس، خرطوم وسوسہ، وہمات و خطرات خاک و خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ مشقِ تصور سے اپنے دل پر اسمِ اَللّٰہُ ذات نقش کرے۔ اس طرح اس کا دل غنی ہو جائے گا اور بے شک وہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

❁ جان لے کہ صاحبِ راز مرشد کی نگرانی کے بغیر اگر کوئی ریاضت و تقویٰ نفلی صوم و صلوٰۃ اور چلّہ کشی اور خلوت میں مشغول رہتا ہے تو اس کی یہ ساری محنت محض ہوائے نفس (خواہشاتِ نفس) کی تسکین کی خاطر ہوگی اور اس کی خلوت نشینی وسوسوں اور ریا سے آلودہ رہے گی کیونکہ اُس کی اس عبادت کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ جب تک عارف باللہ مرشد کی تلقین سے اس کے دِل میں اسمِ اَللّٰہُ ذات کا سورج طلوع نہیں ہوتا اور اس کے نور سے اس کا چراغِ دِل روشن نہیں ہوتا اس کا نفس تو ہرگز تابع نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی مرتا ہے۔ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے۔ (محک الفقر)

عقل مند اور اہلِ شعور ہیں وہ لوگ جنہوں نے حق کو پایا، سمجھا اور حق کے راستہ کو اختیار کیا اور اس پر استقامت اختیار کی، اور اہلِ ایمان میں سے ہو گئے۔ اور جو دنیا میں مگن اور مقصدِ حیات سے غافل رہے وہ زندگی بھر جانور رہے اور جانور ہی فوت ہوئے۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

تزکیۂ نفس کا سب سے اعلیٰ طریقہ

تزکیۂ نفس کا سب سے اعلیٰ اور ارفع طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تزکیۂ نفس کیا اس سے اعلیٰ طریقہ تزکیۂ نفس کا کوئی اور موجود نہیں ہے۔ اِس کے لیے اِس عاجز کی تصنیف ''تزکیۂ نفس کا نبویؐ طریق'' کا مطالعہ فرمائیں۔

www.sultan-ul-faqr-publications.com

نفس اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حجاب ہے۔ اگر یہ حجاب درمیان سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا اور اس حجاب کو ''نفس کے ناسور'' یا ''روحانی امراض'' کہا جاتا ہے۔ ان روحانی امراض یا نفس کے ناسوروں میں جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، تکبر، ریاکاری، خود پسندی، کینہ، بغض اور شہوات جیسا کہ شہوتِ معدہ، شہوتِ جماع، شہوت عز و شہرت وغیرہ شامل ہیں جن سے نجات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

زیرِ نظر کتاب سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمن مدظلہ الاقدس کی تصنیفِ مبارکہ ہے جس میں انہوں نے ان روحانی امراض و شہوات کو قرآن و حدیث کے حوالے سے مفصل بیان کیا ہے تاکہ ایک طالبِ مولیٰ ان کے متعلق مکمل علم رکھنے کے بعد ان سے بچاؤ کے لیے کوشش کرے اور ان بیماریوں سے نجات کا عمل ''تزکیۂ نفس'' کہلاتا ہے۔ جس کے لیے مرشد کامل اکمل کی ضرورت ہوتی ہے جو اسمِ اللہ ذات کے ذکر اور تصور کے ذریعے طالبِ مولیٰ کو ان بیماریوں سے شفا عطا کرتا ہے اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کے قابل بناتا ہے۔

اپنے نفوس و قلوب کو روحانی امراض سے پاک کرنے کے خواہشمند طالبانِ مولیٰ کے لیے یہ کتاب مکمل رہنما ہے۔

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور

سلطان الفقر ہاؤس

4-5/A - ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790
Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-arifeen.com
www.tehreekdawatefaqr.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-9795-85-5

Rs: 200.00